وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَآءُ اَحْيَآءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحدیث)

حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مذاہب اربعہ
اہلسنت والجماعت کی نظر میں

از افادات:
حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ
مرتبہ:
جناب حافظ عبدالرزاق (ایم اے)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مذاہب اربعہ
اہل السنت والجماعت
کی نظر میں

افادات
حضرت العلام مولانا اللہ یار خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ
حافظ عبدالرزاق ایم اے

ناشر
ادارہ نقشبندیہ اویسیہ دارالعرفان منارہ ضلع چکوال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفصیلی فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(حرفِ چند)

حضرت مولانا اللہ یار چکڑالوی رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش: ۱۹۰۴ء ...... وفات: ۱۸ر فروری ۱۹۸۴ء

چکڑالہ ضلع میانوالی کے نامور مناظر اسلام، بزرگ عالم دین، دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔ آپ کے افادات آپ کے شاگرد حافظ عبدالرزاق (ایم اے) نے ''حیات النبی مذاہب اربعہ اہلسنت والجماعت کی نظر میں'' کے نام سے جمع فرمائے جسے ہم اس مجموعہ میں شامل کر رہے ہیں۔

(ناشر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

دین اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور حیات مرکب ہے عقیدہ اور عمل سے اس لئے اس ضابطہ حیات کے اجزائے ترکیبی تین ہیں۔

اوّل: کتاب اللہ جو اللہ کی طرف سے اس کے آخری رسول محمد رسول اللہ ﷺ پر بذریعہ وحی نازل کی گئی اس کتاب کے الفاظ کی حقیقی تفسیر دین کی بنیاد ہے۔

دوم: کتاب اللہ کی علمی تشریح اور اس کے الفاظ کا صحیح مفہوم جو اس کتاب کے لانے اور بندوں تک پہنچانے والے نے بیان فرمایا۔ رسول کریم ﷺ کتاب اللہ کے پہلے اور حقیقی مفسر ہیں کیونکہ آپ ﷺ نے قرآنی الفاظ کا وہی مفہوم پیش کیا جو کتاب کے نازل کرنے والے نے آپ ﷺ کو سمجھایا۔ ''کما قال تعالیٰ، انا انزلنا الیک الکتٰب لتحکم بین الناس بما ارٰک اللہ''

سوم: اس کتاب الٰہی کے الفاظ اوران کے مفہوم کی عملی تعبیر جو اس معاشرہ سے معلوم ہوتی ہے جو مزکّی اور مربی نے اپنی تربیت سے خود تیار کیا ان تینوں اجزاء کے اصطلاحی نام یہ ہوئے، کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور تعامل امت۔

ان تینوں اجزا میں باہم توافق اور تطابق ضروری ہے اور واقعی وہ موجود ہے لہٰذا کتاب اللہ وہی ہے جسے محمد رسول اللہ نے کتاب اللہ کے عنوان سے اپنی نگرانی میں قلمبند کرایا، اور جس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا، اگر اس کتاب کے علاوہ جو ہمیں تواتر سے پہنچی کسی اور کتاب کو کتاب اللہ کے نام سے پیش کیا جائے تو وہ مردود ہے۔

اسی طرح اس کتاب کی مستند علمی تفسیر وہی ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے خود فرمائی۔ قرآن کے الفاظ کی جو تفسیر اس نبوی ﷺ تفسیر سے ذرا بھی مختلف ہوگی وہ تفسیر نہیں تحریف ہے لہٰذا مردود ہے۔ اسی طرح قرآنی الفاظ اور نبوی تفسیر کی روشنی میں اعمال کی جو صورت متعین ہوئی اور جس ہیئت میں اس مزکّیٔ اعظم نے ایک معاشرہ تیار کیا اس کے خلاف کوئی عملی تعبیر قابل قبول نہ ہوگی اور وہ مردود شمار ہوگی۔

تعامل امت کے پھر تین درجے خود نبی کریم ﷺ نے متعین فرمادیئے ''خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم'' بہترین زمانہ میرا عہد ہے پھر میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کا پھر وہ زمانہ جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانے سے متصل ہے۔

ان تین زمانوں کے بعد جمہور مجتہدین کا دور ہے جس کو سواد اعظم نے اختیار کیا اور اس کی حفاظت کی۔

تعامل امت ہی ایک مستقل تواتر ہے جس کو تواتر توارث کہا جاتا ہے قرآن کے الفاظ ان الفاظ کا حقیقی مفہوم اور اس کی عملی تعبیر ہمیں اکابر اور اسلاف سے بطور توارث ملی ہے اس ورثہ کو نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے لیا اور آپ ﷺ نے صحابہ کو اس میراث کا امین بنا کر ان کے سپرد کیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کتاب اللہ کے الفاظ کی نبوی ﷺ تفسیر دونوں کی حفاظت کی اور پوری دیانت داری سے دوسری نسل کو یہ ورثہ منتقل کیا۔

اس حقیقت کی نشاندہی کرتے ہوئے صاحب تفسیر مظہری نے زیر آیت ''واعتصموا بحبل الله جمیعا'' ارشاد فرمایا۔ ''بحبل الله جمعیا اذا کان حال من فاعل واعتصموا معناه حال کونکم مجتمعین فی الاعتصام یعنی خذوا فی تفسیر کتاب الله وتاویله ما اجتمع علیه الامته ولا تذهبو الی خبط ارائکم علی خلاف الاجماع'' واعتصموا بحبل الله جمیعا میں جب فاعل واعتصموا سے حال واقع ہوا تو یہ معنی ہوں گے کہ سب مل کر چنگل لگاؤ یعنی اللہ کی کتاب کی تفسیر اور مطلب وہ لو جس پر امت کا اجماع اور اتفاق ہو چکا ہے اور اسی پر عمل کرو اور اجماع امت کے خلاف اپنی خود آرائی کے خبط کا شکار ہونے سے بچو۔

مراد یہ ہے کہ کتاب اللہ کے الفاظ کی تفسیر اور مفہوم کی عملی تعبیر جو اجماع امت سے تواتر کے طور پر عہد بہ عہد منتقل ہوتی چلی آرہی ہے اس سے ہٹ کر قرآن کے الفاظ کی تفسیر کرنا یا عمل کی کوئی تعبیر کرنا خبطی اور خودرائی ہونے کی دلیل ہے۔ اس تفصیلی حقیقت کا خلاصہ کیا خوب بیان کیا گیا ہے۔ ''ھاانا بری من مقالة صورت مخالفة لایة من آیات الله'' اور ''سنة قائمة من رسول الله ﷺ او اجماع القرون المشهور لها بالخیر ومختاره جمهور المجتهدین ومعظم سواد المسلمین'' خبردار کان کھول کر سن لو میں ہر اس قول سے بری ہوں جو کسی آیت قرآنی کے مخالف صادر ہوا ہو۔ یا صحیح سنت رسول اللہ کے مخالف ہو، یا سلف صالحین کے اجماع کے خلاف ہو، جن کے خیر پر ہونے اور مستند ہونے کی خبر خود رسول کریم ﷺ نے دی ہے اور اس کو جمہور مجتہدین اور سواد اعظم نے اختیار کیا۔

اسلام کو سمجھنے کے لئے اور اسلام کے مطابق صحیح عملی زندگی بسر کرنے کے لئے یہ بنیادی اور رہنما اصول ہے جس کی خاصی وضاحت کردی گئی ہے۔ اس اصول سے ہٹنے کی دو صورتیں ہیں۔

اول الحاد: ''الملحدهم الذین یؤلون فی ضروریات الذین لاجراء اهوائهم'' ملحد وہ ہیں جو ضروریات دین میں تاویل کریں تاکہ ان کی دل پسند صورت کے مطابق دین کی شکل بن سکے۔ یعنی اپنی خواہش کے مطابق ایک عقیدہ تیار کر لینا پھر اس عقیدہ کو ثابت کرنے کے لئے قرآنی آیات کی من مانی تاویلیں کرنا اس عمل کا نام الحاد ہے اور ایسا کرنے والا ملحد ہے۔ (فیض الباری ج ۴ ص ۳۷۴)

(۲) زندقہ: ''وان اعترف ظاهرا وباطنا لکنه تفسر بعض ماثبت باالضرورة بخلاف ماتفسره الصحابة والتابعون واجتمعت الامة علیه فهو زندیق'' اگر قرآن کو ظاہر اور باطن ماننے کا اعتراف کرتا ہے لیکن قرآن کی تفسیر وہ کرتا ہے جو اس تفسیر کے خلاف ہو جو صحابہ نے اور تابعین نے کی اور امت کا اس پر اجماع ہوا تو ایسا کرنے والا زندیق ہے۔ (فیض الباری ج ۱ ص ۱۷)

اصول دین یہ ہے کہ قرآن کے الفاظ کو اللہ تعالیٰ کا کلام تسلیم کرے، ان الفاظ کی تفسیر جو صحابہ رضی اللہ عنہم نے نبی کریم ﷺ سے سیکھ کر بیان کی اسے سند تسلیم کرے اور اس کی تفسیر اور عملی تعبیر جو صحابہ رضی اللہ عنہم نے سکھائی اور امت کا اس پر اجماع ہوا ہے سند تسلیم کرے تو وہ مسلمان ہے اور اگر قرآن کے الفاظ کو من جانب اللہ ہونے کا اعتراف تو کرے مگر ان الفاظ کی تفسیر اپنی من پسند کرے اور وہ بھی ایسی ہو جو نہ تو نبی کریم ﷺ نے کی نہ صحابہ نے کی نہ اس پر اجماع امت ہوا بلکہ تینوں کے مخالف ہو تو یہ عمل زندقہ ہے اور ایسا کرنے والا زندیق ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ صرف یہ دعویٰ کر دینا اور اس بات پر مطمئن ہو جانا کہ میں قرآن بیان کر رہا ہوں اور یہ نہ دیکھنا کہ جس پر قرآن نازل ہوا اس نے کیا بیان کیا تھا جن لوگوں کی اس نے تربیت کی ان کو اس مطلب کیا سمجھایا تھا اور جمہور اس کا مطلب کیا سمجھتے رہے، بلکہ یہ سمجھنا کہ قرآن یہی ہے جو میں سمجھ رہا ہوں، یہ دراصل قرآن پر ایمان نہیں بلکہ اپنی سمجھ پر ایمان ہے اور یہ رسول پر ایمان نہیں بلکہ اپنے آپ کو رسالت کے مقام پر کھڑا کرنے کے مترادف ہے اور نبی کریمﷺ کے تیار کردہ معاشرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی راہ سے الگ اپنی ایک راہ متعین کر لیا دراصل نبی کریمﷺ کی تربیت پر عدم اعتماد کا ثبوت ہے۔ حالانکہ خود اللہ کی کتاب اس طرز عمل کو اختیار کرنے والوں کو ایسی وعید سناتی ہے کہ کلیجہ کانپ جاتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''ومن یشاقق الرسول من بعد ماتبین له الهدیٰ ویتبع غیر سبیل المومنین نوله ماتولی ونصله جهنم وساءت مصیرا'' (النساء:۱۱۵)

''ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد جس نے رسول خدا کی مخالفت کی اور اہل ایمان کی راہ ترک کر کے نئی راہ نکال لی تو ہم اسے اسی راہ پر چلنے دیں گے جس پر وہ چل رہا ہے مگر اسے جہنم میں داخل کریں گے جو بہت برا ٹھکانا ہے۔''

ظاہر ہے کہ مثالی اور معیاری سبیل المؤمنین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا راستہ ہے اور قرآن کا جو مطلب رسول کریمﷺ نے سمجھایا اس کے خلاف معنی پہنانا رسولﷺ کی مخالفت کے سوا کیا ہے مگر اس کا نتیجہ وہی جو کافر کے لئے مقرر ہو چکا ہے تو ایسا کرنا دائرہ اسلام سے نکل جانا نہیں تو اور کیا ہے یہ طرز عمل مجموعہ ہے قرآن کی مخالفت، رسول کی مخالفت، صحابہ کی مخالفت اور اجماع امت کی مخالفت کا ان چار مخالفتوں کے ہوتے ہوئے جہنم سے بچنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

بڑے دکھ کی بات ہے کہ مسلمانوں کا ایک طبقہ ایک گروہ بڑے اہتمام سے منظم ہو کر یہ چہار گانہ خطرہ مول لے رہا ہے اور ستم ظریفی یہ کہ اس الحاد اور زندقہ کو اصلی اور ٹکسالی اسلام قرار دیئے کر ان تمام مسلمانوں کو مشرک اور کافر قرار دیتے چلا جا رہا ہے، جو رسولﷺ کو قرآن کا مستند مفسر اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو رسول کریمﷺ کی تیار کردہ مثالی جماعت قرار دیتا ہے اور لطف یہ ہے کہ اس کام کو تجدیدی کارنامہ سمجھا جا رہا ہے۔ اور یہ حضرات اپنے آپ کو مجدد ہی سمجھ رہے ہیں ہاں ایک لحاظ سے یہ درست ہے کہ کام تو تجدیدی ہے مگر تجدید الحاد اور زندقہ کی ہو رہی ہے جو کوئی قابل تعریف کوشش نہیں کہی جا سکتی اور اگر ان حضرات کی تصانیف اور بیانات کا تجزیہ کیا جائے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے الحاد اور زندقہ پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ کئی باطل فرقوں کے عقائد جمع کر کے ایک ملغوبہ تیار کیا ہے اور اس پر ایک نظر فریب لیبل چسپاں کر دیا۔ اشاعت توحید وسنت بلکہ اپنے آپ کو توحیدی کہلانے لگے ان کے عقائد کا کچھ اجمالی تذکرہ کیا جاتا ہے ممکن ہے ان کے نہاں خانہ دل کے کسی گوشے میں اللہ کے خوف اور آخرت کی جوبداہی کی کوئی رمق باقی ہو تو شاید اپنے رویے پر نظر ثانی کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔

(۱) اس گروہ کے بطل جلیل محمد حسین نیلوی اور محمد امیر صاحب کی کتاب (شفاء الصدور ص ۲، ۳) پر ان کا بنیادی عقیدہ بیان ہوا ہے۔

عقیدہ (۱): ''ویعلم ان الحجة هی قول النبیﷺ او فعله او تقریره دون اقوال الرجال او الهامهم و کشوفهم وقیاسهم ومنامهم وما ذکرنا فی هذا لباب منها اقوال الرجال ومنها افعالهم ومنها کشوفهم ومنها منامهم ثم منها موضوعة ومنها منکرة، واما اخبار الرسول الصحیحة قلیلة جدا فاین التواتر وتلک القلیلة ایضا ساقطة او مؤلة اذهی تخالف النصوص وعمل الصحابة''

معلوم ہے کہ حجت ہے قول رسول ﷺ یا فعل رسول یا تقریر رسول اس کے علاوہ دوسرے لوگوں کے اقوال ان کے الہام، کشف، قیاس، اور خوابیں جن کا ہم نے اس باب میں ذکر کیا ہے حجت نہیں ہیں وہ لوگوں کے اقوال ہیں یا افعال ہیں یا کشف ہیں یا خوابیں ہیں پھر ان میں سے بعض موضوع بعض منکر ہیں رہی بات احادیث رسول ﷺ کی صحیح حدیثیں پہلے تو تعداد میں نہایت قلیل ہیں لہٰذا تواتر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور وہ قلیل حدیثیں بھی ساقط الاعتبار ہیں کیونکہ وہ نصوص اور عمل صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف ہیں۔

اس بیان میں بڑی دانشورانہ فنکاری سے کام لیا گیا ہے اور اصول تدریج سے خوب فائدہ اٹھایا گیا ہے وہ یوں کہ ابتداء اس سے کی کہ۔

(۱) دین میں حجت تو صرف نبی کریم ﷺ کا قول وفعل اور تقریر ہے اور بس اس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ بزرگوار کے دل میں نبی کریم ﷺ کے صحیح مقام اور منصب کا پورا پورا احساس موجود ہے۔

(۲) نبی کریم ﷺ کی صحیح احادیث نہایت قلیل ہیں جس سے یہ تاثر دیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے قول وفعل اور تقریر کی نشاندہی حضور ﷺ کی احادیث سے ہی ہوسکتی ہے یہی واحد ذریعہ ہیں مگر ساتھ یہ شوشہ چھوڑ دیا کہ صحیح حدیثیں تعداد میں قلیل ہیں تاکہ قاری یہ سمجھے کہ اس وجہ سے ہم مجبور ہیں ان قلیل حدیثوں سے سارا دین کیسے اخذ کرسکتے ہیں۔

(۳) پھر فرمایا کہ جب صحیح حدیثیں نہایت قلیل ہیں تو تواتر کہاں سے آئے گا۔ ظاہر ہے کہ دین تواتر سے ہی ہم تک پہنچا ہے اور ان قلیل حدیثوں کی وجہ سے تواتر مفقود ہے لہٰذا حدیث سے دین کیوں کر اخذ کیا جاسکتا ہے۔

(۴) اگلا قدم یہ ہے کہ جو نہایت قلیل تعداد میں صحیح حدیثیں موجود ہیں وہ بھی ساقط الاعتبار ہیں قاری کو یہاں پہنچا کر یہ تاثر دیا جارہا ہے کہ کہ حدیث رسول ﷺ اس قابل ہی نہیں کہ اس سے دین اخذ کیا جائے۔ اس امر کا امکان تھا کہ کسی کے ذہن میں اگر سوال ابھرے کہ اگر حدیثیں صحیح ہیں تو ساقط الاعتبار کیوں، یا انہیں صحیح نہ کہو یا ساقط الاعتبار نہ کہو دوسرا سوال، یہ ابھرتا ہے کہ صحیح حدیثیں جب ساقط الاعتبار ہیں تو کیا غلط حدیثیں ہی قابل اعتبار سمجھی جائیں۔

(۵) اس متوقع خطرہ سے بچنے کے لئے فرمایا کہ چونکہ یہ صحیح حدیثیں نصوص کے خلاف ہیں اور عمل صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف ہیں اس لئے ساقط الاعتبار ہیں۔ یہاں قاری کو یہ تاثر دیا گیا ہے کہ دین میں حجت صرف نصوص اور عمل صحابہ رضی اللہ عنہم ہے عام قاری کا ذہن مطمئن ہوجاتا ہے کہ یہ لوگ واقعی بڑی ٹھوس بنیاد پر عقائد کی بنیاد رکھتے ہیں۔

مگر یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ نصوص سے کیا مراد ہے۔ اگر نص سے مراد قرآن حکیم تو کس نے بتایا کہ یہ اللہ کا کلام ہے ظاہر ہے کہ وہی بتاسکتا ہے جس پر قرآن نازل ہوا لیکن اس کی اخبار صحیحہ تو نہایت قلیل ہیں اس وجہ سے تواتر کا سوال پیدا نہیں ہوتا لہٰذا یہ ثابت ہوا کہ قرآن تواتر سے ہم تک نہیں پہنچا، پھر یہ کہ وہ صحیح احادیث ساقط الاعتبار ہیں تو نبی کریم ﷺ کی احادیث اگر موجود ہوں کہ یہ وہی قرآن ہے جو اللہ نے مجھ پر نازل کیا یہ حدیثیں ساقط الاعتبار ہیں لہٰذا قرآن کا کلام الٰہی ہونا ساقط الاعتبار ٹھہرا پھر نصوص کہاں سے آگئیں اور اگر نصوص کے دائرے میں قول وفعل تقریر رسول کو بھی لے آئیں تو حضرت پہلے فرما گئے ہیں کہ وہ ساقط الاعتبار ہیں پھر وہ نصوص کون سی ہیں، جن کو معیار بنا کر کھرے کھوٹے کا فیصلہ کیا جائے ''اذھی تخالف النصوص'' سے یہ رز اکھلا کہ ان

ملاحدہ کے نزدیک اللہ کے نبی نے عمر بھر ایک ہی شغل رکھا کہ اللہ کی کتاب کی مخالفت کرنا ہے۔ (معاذ اللہ) یعنی اللہ نے رسول کیا بھیجا اپنا ایک مخالف پیدا کر دیا۔ پھر یہ راز کھلا کہ العیاذ باللہ کہ رسول ﷺ کی حدیث یعنی قول و فعل تقریر تینوں قرآن کی مخالفت کی منظم کوشش ہے۔

آخر میں جس فنکاری کا اظہار کیا ہے وہ یہ کہ عمل صحابہ رضی اللہ عنہم کھوٹے کھرے میں تمیز کرنے کا ایک مستند ذریعہ ہے اس سے یہ تأثر دینا مطلوب ہے کہ ہمارے دلوں میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا صحیح مقام موجود ہے حالانکہ اوپر کے بیان سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ۔

(۱) رسول ﷺ کی بات قابل اعتبار نہیں۔

(۲) چونکہ وہ بات صحابہ رضی اللہ عنہم کی زبان سے آگے منتقل ہوئی اور ساقط الاعتبار ہے تو صحابہ رضی اللہ عنہم لازما ساقط الاعتبار ہیں۔

(۳) قرآن کریم اللہ کی کتاب نہیں کیونکہ اس کے ناقل رسول ﷺ اور پھر صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں جب ان دونوں کی بات ساقط الاعتبار ہے تو قرآن پر ایمان کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

یہ عقیدہ ان حضرات نے منکرین حدیث سے لے کر اس پر اپنی طرف سے گلکاری کر کے اپنایا ہے۔ ان بزرگوں کے بیان میں ساقطۃ (ومؤلتہ کو) اگر منطقی نقطہ نگاہ سے دیکھا جائے تو یہ قضیہ مانعۃ الخلو ہے، مانعۃ الجمع نہیں ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ رسول کریم ﷺ کی احادیث مؤول اور ساقطۃ الاعتبار ہیں یعنی پہلے ان متجددین نے احادیث کی تاویل کی پھر اسے ساقط قرار دے دیا۔

خلاصہ یہ ہوا کہ حدیث رسول ساقطۃ الاعتبار، لہٰذا قرآن ساقطۃ الاعتبار گویا پورا دین ساقطۃ الاعتبار یہ جو عمل صحابہ کو معیار قرار دے گئے ہیں وہ بھی ایک وقتی ضرورت تھی ورنہ اس ضمن میں ان کا عقیدہ نیلوی اور بندیالوی حضرات نے تسکین الصدور کا جواب لکھتے ہوئے اپنی معرکۃ الآراء (تصنیف ندائے حق میں ص ۱۹) پر فرمایا۔

عقیدہ (۲): مولانا موصوف کو تسکین لکھتے وقت یہ قاعدہ بھول گیا تھا کہ صحابی کا قول و فعل حجت نہیں۔ اب تو یہ حقیقت سامنے آ گئی کہ پہلے عقیدہ میں عمل صحابہ کا بیان ایک وقتی ضرورت تھی۔ اصل عقیدہ یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا قول و فعل حجت نہیں۔ یہ عقیدہ ان مجددین الحاد نے روافض سے لیا ہے یہ عقیدہ تو خیر ان بزرگوں نے جہاں سے لیا انہیں مبارک ہو مگر اس سے ایسے سوالات ابھرتے ہیں جن کے جواب دینے سے انسانی عقل عاجز ہے ممکن ہے یہ حضرات اپنی فنکارانہ صلاحیتوں سے کام لے کر کوئی جواب بنا لیں۔

سب سے پہلا سوال یہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ قرآن حکیم کے منزل من اللہ ہونے کا دعویٰ کیا، اس دعویٰ کے عینی شاہد کون تھے؟ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے سامنے تین گروہ تھے اول اہل کتاب، یہود و نصاریٰ، دوم مشرکین عرب، سوم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔ اگر آپ نے محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ کا آخری رسول تسلیم کیا، قرآن کو اللہ کی کتاب اور اسلام کو دین حق تو ان تینوں میں سے کس کے قول کو حجت قرار دے کر یہ اقدام کیا؟ صحابہ کا قول و فعل تو آپ کے نزدیک حجت نہیں۔ اب فرمائیے کہ آپ نے مشرکین کے قول کو حجت قرار دے کر رسالت کا اقرار کیا یا اہل

کتاب کے قول کو سند بنا کر قرآن کو اللہ کی کتاب تسلیم کیا۔ اگر آپ نے اسلام، رسالت اور قرآن کا سرے سے اقرار کیا ہی نہیں یہ سب آپ ایکٹنگ ہی کر رہے ہیں تو اس سوال کو آگے بڑھانے کی ضرورت ہی نہیں ہاں اتنا ضرور عرض کریں گے کہ آپ نے بہت مدت تک یہ ڈرامہ رچایا، ایکٹنگ کر لی اب اپنے اصل روپ میں سامنے آئیے۔ اور اگر آپ نے ان حقائق کا اقرار کیا ہے جس کی توقع کم ہی ہے تو اس بات کی وضاحت فرما دیجئے کہ آپ نے یہ سب کچھ مشرکین کی پیروی میں کیا یا اہل کتاب کی بات مانی کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے تو آپ کا کوئی تعلق نہیں اس لئے ان کا قول و فعل تو آپ کے نزدیک حجت نہیں۔ اگر آپ نے مشرکین کے نقش قدم پر چلنا ہی مستند سمجھا تو ظاہر ہے کہ آپ محمد رسول اللہ ﷺ کو نبی اور رسول قطعاً تسلیم نہیں کر سکتے بلکہ آپ حضور ﷺ کو معاذ اللہ ساحر اور کاہن ہی سمجھتے ہوں گے کیونکہ مشرکین یہی کہتے تھے۔ اور آپ کے نزدیک مشرکین عرب کا قول حجت ہے تو رسالت پر آپ کے ایمان کا طول و عرض معلوم ہو گیا۔

اور اگر آپ نے اہل کتاب کے قول و فعل کو حجت مان کر یہ سوانگ بھرا ہے تو پھر آپ حضرات (معاذ اللہ) محمد رسول اللہ کو دجال سمجھتے ہوں گے اور اپنا سخت دشمن جانتے ہوں گے کیونکہ اہل کتاب حضور ﷺ کو یہی کچھ کہتے اور سمجھتے تھے۔

محمد رسول اللہ کو رسول تسلیم کیا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے قرآن کو اللہ کی آخری کتاب تسلیم کیا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے، اسلام کو دین برحق تسلیم کیا تو صحابہ نے، اور آپ کے نزدیک صحابہ رضی اللہ عنہم کا قول و فعل حجت نہیں لہٰذا صاف ظاہر ہے کہ آپ کو رسول اللہ ﷺ سے کوئی تعلق نہ قرآن سے کوئی واسطہ نہ اسلام سے کوئی رشتہ، آپ بس توحیدی ہیں۔

آپ کی یہ توحیدیت بھی ایک معمہ ہے توحید معتبرہ وہ ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے سکھائی اور محمد رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو سکھائی، آپ کے نزدیک احادیث رسول ساقطۃ الاعتبار صحابہ رضی اللہ عنہم کا قول و فعل حجت پھر آپ نے یہ توحید سیکھی کہاں سے؟ دنیا میں تو توحید کے مدعی اور بہت سے لوگ اور فرقے ہیں۔ مثلاً سب سے بڑا موحد تو ابلیس کو سمجھا جاتا ہے اس کی توحید ایسی سخت تھی کہ خود اللہ کے حکم کے باوجود غیر اللہ کے سامنے جھکنا گوارا نہ کیا۔ جبھی تو اس کے عقیدت مند یہاں تک کہہ گئے ہیں کہ۔

شیطان و ابو جہل کی عظمت کی قسم   سو بار غلامی سے بغاوت بہتر

اس لئے یہی کہا جا سکتا ہے کہ آپ کی توحید کا ماخذ ابلیسی توحید ہے کیونکہ محمد رسول اللہ ﷺ سے آپ کو توحید سیکھنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، کیونکہ محمد رسول اللہ سے سیکھنے کے لئے رسول اور امت کے درمیان جو واسطہ ہے وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا ہے صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنا پڑتا ہے اور آپ کا عقیدہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا قول و فعل حجت نہیں آپ کی توحید کا اس توحید سے کوئی تعلق نہیں جو محمد رسول اللہ نے امت تک پہنچانے کے لئے صحابہ رضی اللہ عنہم کو سکھائی۔

ممکن ہے ابلیس کی توحید میں یہ جذبہ کارفرما ہو کہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اس حد تک غالب آ چکی تھی کہ غیر کی طرف نگاہ اٹھنا بھی اسے گوارا نہ ہو، اس اعتبار سے تو اس کا جذبہ قابل قدر ہونا چاہئے مگر اصل حقیقت اس کے جواب سے کھل کے سامنے آ جاتی ہے کہ "انا خیر منہ" یعنی اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کا احساس شدید ہونے کی وجہ سے توحید کا اظہار نہیں تھا بلکہ وہ چھپی ہوئی انانیت تھی جو "انا خیر منہ" کے جواب سے سامنے آ گئی جبھی تو رجیم ٹھہرایا گیا۔

ان بزرگواروں کی توحید میں بھی وہی عنصر موجود ہے چنانچہ (ندائے حق ص ۳۰۳) پر ارشاد ہے۔ "اگر

جمہور کا یہی حال ہے تو ہم ایسے جمہور کی اتباع سے رہے ہم جمہور سے علیحدہ ہی اچھے ہیں ہم جمہور کے عاشق نہیں ہم کو قرآن وسنت اور اجماع مجتہدین کافی ہے یہ جمہور زنبور کشف ''خوابیں'' جنگلیوں کا مذہب ہے''

اس بیان میں تین امور کا اظہار ہے۔ہم جمہور سے علیحدہ ہی اچھے ہیں (مبارک ہو) کھلی چھٹی ہے بشارت سن لو۔ ''نولہٖ ماتولٰی ونصلہٖ جھنم وساءت مصیرا'' دوسری بشارت میں ''من فَارق الْجَمَاعَة شبرا فقد خلع ربقة الْإِسلَام عن عُنُقه'' آپ کا بوجھ ہلکا ہوا۔تیسری بشارت ''من شذّ شذّ فی النار'' جہاں رہو خوش رہو۔

(۲) ہم کو قرآن وسنت اور اجماع مجتہدین کافی ہے۔(ماشاءاللہ)

مگر یہ تو فرمایئے قرآن آپ تک کس ذریعے سے پہنچا؟

رسول خدا کی صحیح حدیثیں بقول آپ کے نہایت قلیل پھر تواتر کہاں پھر جو صحیح حدیثیں ہیں وہ بھی ساقطۃ الاعتبار پھر اسی قرآن پر کس بنا پر آپ کو اعتبار آ گیا۔

پھر رسول خدا کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کس طرح آپ تک پہنچ گئے مگر ان الفاظ کے مفہوم جو رسول خدا نے بتائے وہ راستے میں کہاں اٹک گئے۔

رہا سنت کا معاملہ تو سنت قولی وفعلی کے عینی شاہد تو صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں اور آپ کے عقیدہ کے مطابق صحابہ کا قول وفعل حجت نہیں تو سنت آپ تک کیسے پہنچی؟

پھر اجماع مجتہدین کا نمبر آتا ہے وہ کون سے مجتہدین ہیں جن کا اجماع آپ کے لئے کافی ہے۔کیا صحابہ کی جماعت میں مجتہد کوئی نہیں تھا؟ مجتہدین کا اجماع آپ کے لئے کافی ہے ان کے اجماع کی بنیاد کون سی ہے اگر مجتہدین کے اجتہاد کی بنیاد احادیث اور قول وفعل صحابہ رضی اللہ عنہم پر ہے تو وہ آپ کے نزدیک ساقط الاعتبار اور ناقابل حجت ہیں لہٰذا ایسے مجتہدین آپ کے لئے کافی کیا ہوں گے ان کا نام سننا بھی آپ کو گوارا نہیں۔لہٰذا ثابت ہوا کہ آپ کے لئے وہی مجتہدین اور ان کا اجماع کافی ہے جو تواتر کے منکر اور قول وفعل صحابہ رضی اللہ عنہم کے مخالف ہوں واقعی ایسے متبعین کے لئے ایسے مجتہد ہی موزوں ہو سکتے ہیں لیجئے آپ کا نعرہ لگائیں۔

متفق گردید رائے بوعلی با رائے من

(۲) یہ جمہور زنبور ہیں اور یہ جنگلیوں کا مذہب ہے۔

واقعی زنبور سے تو انسان کو دور بھاگنا چاہئے اور حضریوں کو بدویوں کے قریب بھی نہیں جانا چاہئے آپ ڈٹ جائیں اس اصول پر کہ ؎

مستند ہے میرا فرمایا ہوا

یہ جنگلیوں کا مذہب دراصل ایک تلمیح ہے واقعہ یہ ہے کہ (ندائے حق ص ۳۰۴) پر ارشاد ہے۔

(عقیدہ نمبر ۳) ''ضعیف حدیث پھر عمل ایک جنگلی کا۔جب صحابی رضی اللہ عنہ کا عمل حجت نہیں تو جنگلی کے عمل کا کیا مقام ہے۔''

جنگلی کا اشارہ رسول کریم ﷺ کے ایک جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بن حارث مزنی کی طرف ہے اور جن ضعیف حدیث کی طرف اشارہ ہے اس کو (البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۹۲) پر پوری سند کے ساتھ نقل کیا ہے اور

(فتح الباری شرح بخاری ج ۳ ص ۱۴۸) اور (وفاء الوفاء سمہودی ج ۲ ص ۴۲۱) مذکور ہے۔

پھر اس میں استدلال خواب سے نہیں بلکہ قول صحابی رضی اللہ عنہ سے ہے اور اس پر صحابہ کا اجماع سکوتی ہے مگر آپ کو اجماع صحابہ سے کیا غرض آپ کے لئے تو مجتہدین کا اجماع کافی ہے۔ صحابی تو جنگلی ٹھہرا مگر جناب محمد حسین نیلوی صاحب چونکہ عروس البلاد نیلہ کے رہنے والے ہیں جہاں دن کے وقت بھی گیدڑ گھومتے رہتے ہیں اس لئے آپ کسی جنگلی کو اور وہ بھی صحابی رسول کیسے خاطر میں لائیں۔ ماسکو، واشنگٹن، یا لندن کا کوئی مہذب شہری بات کرتا تو یہ تہذیب نو کے سپوت اسے مان لیتے جنگلی کی بات کون مانے کوئی ٹھکانہ ہے انانیت کا؟ کہ صحابی رسول پر جنگلی کی پھبتی کسی جائے۔ ابلیسیت زندہ باد

عقیدہ نمبر ۴: پھر بیہقی کو صرف ایک صحابی رضی اللہ عنہ غیر معروف الفقہ والعدالت یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ملی۔

لیجئے ایک تیر سے دو شکار۔ اول امام بیہقی کا مذاق اڑایا کہ ان میں اتنی شدھ بدھ نہیں تھی کہ صحیح اور غلط میں تمیز کر سکیں مگر وہ مجبور تھے کیونکہ وہ محمد رسول اللہ ﷺ کے سکھائے ہوئے دین کو حضور ﷺ کے تربیت یافتہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہی سے لینے کا قائل تھے اگر انہیں یہ اصول معلوم ہوتا کہ صحابہ کا قول وفعل حجت نہیں تو آپ ہرگز ایسا نہ کرتے پھر دوہری مجبوری یہ تھی کہ یہ نادر اصول بھی چودھویں صدی میں آ کر وضع کیا گیا لہٰذا وہ معذور ہیں، بات حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ہے نبی کریم ﷺ کی صحبت میں تین سال رہے اور ایسے رہے کہ در سے اٹھے نہیں اور رسول کریم ﷺ فرائض نبوت ادا کرتے ہوئے مسلسل تین سال تک "یعلمھم الکتب والحکمۃ" کے حکم کی تعمیل کرتے رہے۔ اور ویز کیھم کے حکم کی تعمیل تین سال ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا تزکیہ کرتے رہے مگر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں نہ دین کی سمجھ پیدا ہوئی نہ اتنا تزکیہ ہو سکا کہ عدالت کا وصف پیدا ہو جاتا۔ پھر وہ ۵۳۷۴ حدیثوں کو روایت کر گئے اور ناعاقبت اندیش، محدثین نے ان کی روایتوں کو اپنی کتابوں کی زینت بنا دیا۔

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے غیر فقیہ اور غیر عادل رہ جانے میں قصور معلم اور مزکّی کا ہے یا متعلم کا؛ نیلوی صاحب یہ عقدہ بھی حل کر جاتے تو ایک اور احسان ہوتا۔ محمد حسین نیلوی صاحب کی نسبت نیلا سے مراد اگر وہ کوردہ نیلہ ہے جو چکوال سے مغرب میں نالہ سواں کے کنارے واقع ہے تو ماننا پڑے گا، نیلہ واقع تفقہ فی الدین کا گہوارہ اور عدالت کا مرکز ہے اور نیلوی صاحب نہایت ذہین طالب علم ہیں اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر ذہین اور نیلہ میں انہیں کوئی معلم اور مزکی بھی ایسا ملا جو معاذ اللہ نبی آخر الزماں ﷺ سے بڑھا ہوا تھا۔ حدیث میں عدالت راوی شرط ہے اگر عدالت نہیں تو حدیث قابل حجت نہیں یعنی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ۵۳۷۴ احادیث قطعاً قابل حجت نہیں۔

اور اگر آپ کی نسبت نیلہ کوردہ سے نہیں بلکہ اس جانور سے ہے جسے پنجابی زبان میں نیلا کہتے ہیں تو نیلوی صاحب معذور ہیں۔ صحابی رسول ﷺ کے متعلق اس سے بڑی گالی بھی دے دیتے تو بے جا نہ تھا۔ بہر حال صورت جو بھی ہے نتیجہ ایک ہی ہے جو پنجابی زبان میں ادا ہو سکتا ہے کہ "ذات دی کوڑھ کرلی تے شہتیراں نو جپھے"

چودھویں صدی کا ایک برخود غلط مولوی اور استاذ العلماء صحابی رسول ﷺ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر یہ پھبتی کسے یہ سب روافض کی خوشہ چینی کے کرشمے ہیں۔

ان کے عقیدہ نمبر ۳، ۴ سے نتیجہ یہ نکلا کہ ان کا مذہب توحید نہیں بلکہ توہین ہے اس کی زد میں صحابی رضی اللہ عنہ آئے۔ احادیث رسول آئیں، جمہور امت آئیں، اندھے کی لاٹھی کی طرح یہ گھماتے چلے جاتے ہیں۔

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

صحابہ رسول ﷺ کو جنگلی اور غیر فقیہ اور غیر عادل کہنا ان ہی لوگوں کا دل گردہ ہے مگر جب ایمان سے نکل جاتا ہے تو اس سے بھی بڑی بڑی باتیں زبان سے نکلتی ہیں۔

اہل سنت کا اجتماعی عقیدہ ہے کہ "الصحابة کلّهم عدول" اور نیلوی اینڈ کمپنی کا عقیدہ ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ غیر فقیہہ اور غیر عادل ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ ان بے چاروں پر اہل سنت کا اطلاق سراسر تہمت ہے یہ اس تہمت سے بالکل بری ہیں۔ ان کا اہل سنت سے دور کا تعلق بھی نہیں۔ اہل سنت سے ان کی بریت اور بیزاری کا مدار صرف اسی ایک روایت پر مبنی نہیں بلکہ اس کی بنیاد تو اللہ اور رسول ﷺ کے کئے اور ارشاد ہیں۔ مثلاً:

(۱) "قال تعالٰی۔ والسبقون الاولون من الهاجرين ولانصار والذين اتبعوهم باحسان رضی الله عنهم ورضوا عنه" جن لوگوں نے سبقت کی یعنی پہلے ایمان لائے مہاجرین اور انصار میں سے اور جنہوں نے خلوص دل سے ان کی پیروی کی اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔ (التوبہ:۱۰۰)

رضائے الٰہی اور فوز عظیم کا مدار اتباع مہاجرین وانصار پر ہے اور وہ اتباع بھی ضابطے کی کارروائی نہیں بلکہ باحسان کی قید سے مقید یعنی پورے یقین اور خلوص قلب سے صحابہ رضی اللہ عنہم کا اتباع کرو تو کامیاب مگر ان لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا قول وفعل حجت نہیں لہٰذا اتباع ممکن ہی نہیں لہٰذا قرآن کریم کی اس آیت سے یہ لوگ دستبردار۔

(۲) "ان بنی اسرائیل تفرقت علی اثنين وسبعين ملة وتفرق امتی علٰی ثلاثة وسبعين ملة کلّهم فی النار الا ملة واحدة قالوا من هی یارسول الله قال ما انا علیه واصحابی"۔ بنی اسرائیل ۷۲ فرقوں میں بٹ گئے اور میری امت ۷۳ فرقوں میں بٹ جائے گی مگر سوائے ایک فرقہ کے سب جہنم کا ایندھن ہوں گے صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی یارسول اللہ وہ کون سا فرقہ ہے فرمایا جس روش پر میں اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم چلے اس روش پر چلنے والا فرقہ جنتی ہے۔ اسی "ما انا علیه واصحابی" کا اصطلاحی نام اہل سنت والجماعت ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ "ما انا علیه" یعنی جس عقیدہ اور عملی زندگی پر میں کاربند ہوں کہاں سے معلوم ہوگا۔ ان لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ صحیح احادیث رسول نہایت قلیل ہیں لہٰذا تواتر غائب پھر وہ جو قلیل ہیں وہ ساقط الاعتبار ہیں لہٰذا رسول کریم ﷺ کی کوئی بات قابل اعتبار نہیں (معاذ اللہ) پھر "ما انا علیه" پر قائم رہنے کی صورت کیا ہوگی؟ ظاہر ہے کہ کوئی صورت نہیں دوسرا جزو "واصحابی" یعنی میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے عقیدہ وعمل پر کاربند ہو، مگر ان حضرات کے نزدیک صحابی کا قول وفعل حجت نہیں لہٰذا ان کے لئے صحابی کا اتباع ممکن نہیں۔ لہٰذا یہ لوگ اہل سنت کی تہمت سے بری۔

(۳) "قال اتبعوا سواد الاعظم من شذّ شذّ فی النار" مگر ان کا اعلان یہ ہے کہ ہم جمہور سے علیحدہ ہی اچھے رہے دوسرے لفظوں میں ان کا کہنا یہ ہے کہ ہمارے لئے جہنم ہی ائیر کنڈیشنڈ ہے یعنی اہل سنت کو دور سے سلام ہے۔

(۴) "من خرج من الجماعة قيد شبر فقد خلع ربقة الاسلام عن عنقه" بالشت بھر کا کیا کہنا ان لوگوں نے جماعت کے ساتھ رہنا اپنی توہین سمجھی لہٰذا اب تو امت کو ان پر اہل سنت والجماعت کی تہمت لگانے سے باز آجانا چاہئے۔

عقیدہ نمبر ۵ (ندائے حق ص ۲۵۱،۲۵۲) "کوئی عمل صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایسا دکھایئے جس سے ثابت ہو سکے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کو زندہ در قبر سمجھتے تھے یا ان کی حدیث و روایت پیش کرو جس سے ثابت ہو کہ حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو وصیت کی کہ میں مرنے کے بعد زندہ تو ہو جاؤں گا مگر مجھے زندہ در گور ہی رہنے دینا قبر سے مجھے نہ نکالنا"

اس بیان میں ایک تو حیات النبی ﷺ کا انکار ہے اور سچ پوچھئے تو یہ عقیدہ ان کے مذہب کی جان ہے صرف ایک عقیدہ کے لئے ان لوگوں نے خرافات کا انبار لگا دیا اور ورق کے ورق سیاہ کر ڈالے جس کی تفصیل آئندہ صفحات پر پیش کی جا رہی ہے۔

دوسرا ان کی ڈھٹائی اور دریدہ دہنی کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے لئے زندہ ''درگور'' کی ترکیب استعمال کی ہے یہ ان کے مذہب توہین کا زندہ ثبوت ہے۔ جمہور اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی توہین سے ان کا جی نہ بھرا۔ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ﷺ کے لئے لینے شروع کئے۔ سچ کہا کبر نے۔

حضرت کی یاوہ گوئی کچھ مستند نہیں ہے کہنے کی ایک حد ہے بکنے کی حد نہیں ہے

زندہ درگور کہنے والوں کو روضہ اقدس کی حیثیت کا علم کیونکر ہو سکتا تھا۔ ان کے ٹیڑھے دماغ میں از خود یہ سیدھی بات آ نہیں سکتی تھی) اور کسی سے پوچھنا ان کی انانیت کے منافی تھا۔ اور کوئی بتا دے تو ان کے لئے ماننا ایسا ہے جیسے ہندو کو کلمہ پڑھانا۔

قرآن حکیم نے ایک اصول بتایا ہے۔ ''والذین ھاجروا فی اللہ من بعد ما ظلموا النبوءنھم فی الدنیا حسنة'' (۴۱:۱۶) جن لوگوں نے ظلم سہنے کے بعد اللہ کے لئے وطن چھوڑا ہم ان کو دنیا میں اچھا ٹھکانہ دیں گے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مہاجرین کے لئے جو حضور اکرم ﷺ کے غلام ہیں اعلیٰ جگہ کی بشارت ہے تو جس کی وجہ سے انہیں یہ سعادت نصیب ہوئی اس کے لئے کیا کسی ادنیٰ جگہ کا انتخاب ہونا تھا۔ عقل اگر ہو تو کہے گی ہرگز نہیں اور اگر رسول کی بات پر اعتبار ہو تو وضاحت ہو جائے گی کہ ''ما بین بیتی و منبری روضة من ریاض الجنة و منبری علیٰ حوضی'' میرا گھر اور میرے منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ اور میرا منبر میرے حوض پر ہے۔

ظاہر ہوا کہ روضہ رسول ﷺ سب سے اعلیٰ جگہ ہے اس لئے تمام مسلمان یہ عقیدہ رکھتے ہیں اور تمام مفسرین محدثین فقہاء کرام و متکلمین کا اجماعی عقیدہ ہے کہ روضہ رسول ﷺ کی شان کعبۃ اللہ کرسی، عرش اور جنت سے بھی اعلیٰ یہ ٹکڑہ جنت الفردوس سے دنیا میں لایا گیا اور دنیا کے احکام ولوازمات اس سے سلب کر لئے گئے، برزخ کے احکام اس میں بدستور جاری ہیں۔ (دیکھئے مرقاۃ شرح مشکوۃ) شامی، زرقانی، نسیم الریاض اور حیات برزخیہ) اور ہر مسلمان حضور اکرم ﷺ کے اس ارشاد پر یقین رکھتا ہے بشرطیکہ مسلمان ہو کہ ''ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء'' اللہ تعالیٰ نے یقیناً زمین کے لئے حرام قرار دے دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔

تو روضہ اقدس میں جسد اطہر مع روح زندہ ہیں اور چونکہ یہ جنت کا ٹکڑا ہے اور جنت کی کسی چیز پر تغیر و تبدل نہیں لہٰذا حضور اکرم ﷺ کے جسد و روح میں کسی قسم کا تغیر نہیں آ سکتا جنت کی اس خصوصیت کا قرآن حکیم میں کئی جگہوں پر ذکر موجود ہے۔

(۱) ''انّ لک الاّ تجوع فیھا ولا تعزی وانک لا تظمأ فیھا ولا تضحٰی'' (۱۱۹:۲۰)

(۲) ''وفاکھة کثیرة لا مقطوعة ولا ممنوعة'' (۳۳،۳۲:۵۶)

یہاں تم کو یہ آسائش ہوگی کہ نہ بھوکا ہوگا اس میں نہ ننگا اور یہ کہ پیاسے رہو نہ دھوپ کھاؤ۔ اور کثرت سے میوے جو نہ کبھی ختم ہوں نہ ان سے کوئی روکے؟

لہٰذا ثابت ہوا کہ جسد اطہر روضہ اقدس میں زندہ ہے اس میں تغیر وتبدل محال ہے۔ روح اقدس مشاہدہ باری انوار وتجلیات باری میں اس قدر مستغرق ہوتا ہے کہ جسد اقدس بھی متاثر ہوتا ہے جیسا لوہا آگ میں ڈالا جائے تو لوہے کا رنگ اور آگ کا رنگ ایک ہی ہو جاتا ہے۔ بوجہ اثر اندازی روح کے بدن بھی روح کی شکل اختیار کر لیتا ہے روح بذات خود دنیا میں مکلف تھا جسد اطہر پر موت کا جو اثر ہوا وہ صرف استغراق کی حالت کی طرح ہوا جیسے انبیاء دنیا میں سوتے تھے تو وہ حالت استغراق ہی کی ہوتی تھی ارشاد نبوی ہے "تنام عینای ولا ینام قلبی"

نیلوی صاحب کو اگر نبی کریم ﷺ کے ساتھ مسلمان کا سا نہیں بلکہ انسان کا سا تعلق بھی ہوتا تو زندہ درگور کی جگہ کم از کم زندہ درجنت الفردوس ہی کہہ دیتے مگر۔

خدا کی شان ہے ناچیز چیز بن بیٹھیں جو بے تمیز ہوں یوں باتمیز بن بیٹھیں

اگر نیلوی صاحب کو اہل سنت والجماعت کا عقیدہ معلوم ہوتا تو کم از کم جو یہ جھوٹ موٹ کے اہل سنت بنے ہوئے ہیں ایسا کہنے سے کچھ تو حیا آتی، اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے "الانبیاء لا یموتون بل ینتقلون من دار الٰی دار ای ینتقلون من دار الدنیا الٰی دار البرزخ وھم احیاء فی عالم البرزخ یصلون ویتمتعون فیھا بل الموت جسر لھم الی الحبیب"۔ انبیاء مرتے نہیں بلکہ ایک گھر دوسرے گھر میں منتقل ہوتے ہیں اور وہ برزخ میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں اور فائدہ اٹھاتے ہیں بلکہ موت ان کے لئے ایک پل ہے جو دوست سے ملاتی ہے۔

مگر نیلوی اینڈ کمپنی کی ساری مہم آرائی اس حقیقت کے خلاف محاذ قائم کرنے کی ہے وہ کیوں کر اسے تسلیم کر سکتے تھے اور اصل میں انکی مجبوری یہ ہے کہ رسول ﷺ کی توہین کے بغیر ان کی سکہ بند توحید کی تکمیل ہی نہیں ہو سکتی اور ہو بھی کیسے جب انکے استاد اول نے اس کی بنیاد ہی اس پر رکھی ہے تھی کہ "انا خیر منه" کہہ کر پہلے ہی نبی کی تحقیر اور توہین کی طرح ڈالی تھی تو یہ اس کے شاگردان خاص آخری نبی کی توہین سے اس کی تکمیل کیسے نہ کرتے۔

عقیدہ نمبر ۶: "مولوی اللہ بخش کی کتاب اربعین سے چند اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں جو ان کے بنیادی عقیدہ کے مختلف اسالیب بیان ہیں۔

(ا) نبی کریم ﷺ عند القبر صلوۃ وسلام قطعاً نہیں سنتے اور یہ عقیدہ نبی کریم ﷺ کے نہ سننے کا یعنی عدم سماع جزو ایمان ہے اور جو شخص نبی کریم ﷺ کے سماع پر یا برزخ والوں کے سماع کا قائل ہے وہ کافر مشرک ہے بلکہ یہ عقیدہ یہود کا ہے۔"

(ب) نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر سے روح کا کسی قسم کا تعلق نہیں ہے اور یہ عقیدہ تعلق روح کا بدن سے کافر بت پرستوں ہندوؤں کا ہے۔

(ج) جن حدیثوں میں سماع ہوتی یا صلوۃ وسلام عند قبری نبی کریم ثابت ہے وہ قول رسول ﷺ نہیں ہے من گھڑت حدیثیں اور من گھڑت قصے ہیں۔

(د) بعد موت ثواب وعذاب صرف روح کو ہوتا ہے جسد عنصری کو نہیں ہوتا نہ روح کا تعلق بدن سے ہے (یہ عقیدہ ہندوؤں سے لیا گیا ہے)

(ر) نبی کریم ﷺ کو مدینہ منورہ میں مدفونہ قبر میں ماننا شرک ہے۔ (اربعین)

مولانا عبدالعزیز شجاع آبادی اپنی کتاب (دعوۃ الانصاف ص ۲۲) پر لکھتے ہیں۔

(ا) اس گروپ (غلام خانی) کے ایک صاحب نے جو مولانا عبداللہ درخواستی صاحب کا مرید تھا سے کہا کہ تمہارے پیر صاحب تو سماع عندالقبر شریف کے قائل ہیں ان کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے فوراً جواب دیا وہ بھی کافر، تم بھی کافر، جو بھی سماع کا قائل ہو سب کافر۔

(ب) مولوی سعید احمد چتوڑ گڑھی نے مجمع عام میں اعلان کیا ''نبی کریم ﷺ اپنی قبر پر پڑھا ہوا درود وسلام نہیں سنتے نہ سماع جسمانی نہ سماع روحانی۔ جو شخص سماع کا قائل ہو خواہ کسی تاویل سے ہو وہ قرآن وحدیث اور شریعت کی رو سے بلا تاویل کافر، مرتد ہے اور جو شخص سماع کے قائل کو کافر مرتد نہ سمجھے وہ بھی بلا تاویل کافر ہے نیز جو شخص اس مسئلہ کو فروعی کہتا ہے وہ بھی کافر۔ (احمد سعید تقریر موضع کھلواں بہاولپور)

(ج) اسی تقریر کے دوران احمد سعید نے کہا۔

''اگر نبی ﷺ کے سماع عندالقبر کا قائل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی ہو تو وہ بھی کافر ہے۔

(د) صفحہ ۲۷ پر اپنے نام اشاعۃ التوحید والسنۃ کا خط نقل کیا ہے لکھا ہے ''احمد سعید نے منافقانہ دستخط کر دیئے ہیں کہ سماع والے کافر نہیں اور شاہ صاحب (عنایت اللہ گجراتی) نے بالکل دستخط کرنے سے انکار کر دیا اور کہا میرا عقیدہ یہی کفر ہے کا ہے اور احمد سعید کا یہی عقیدہ ہے۔

(س) عنایت اللہ شاہ گجراتی نے خان گڑھ میں اپنی تقریر کے دوران کہا ''مشرک چار قسم کے ہیں اول یہود ونصاریٰ، دوم مشرکین، سوم بریلوی، چہارم دیوبندی جو سماع عندالقبر کے قائل ہیں۔

(س) مولوی عبدالعزیز لکھتے ہیں ''اس گروپ کے واعظوں نے نہ صرف مسلک کی سٹیج کو بدنام کیا بلکہ اپنے اکابر کو ایک مخمصے میں مبتلا کر دیا ہے جگہ جگہ قائلین سماع صلوٰۃ وسلام عندالقبر کو کافر مشرک کا فتویٰ دیا اور اہل توحید کو خانہ جنگی پر مجبور کر دیا''

(دعوۃ الانصاف ص ۳۵) پر لکھتے ہیں۔ ہمارے ہاں شجاع آباد میں عنایت اللہ گجراتی اور احمد سعید توحید کے موضوع پر خطاب کر رہے تھے سعید نے کہا ''بت نہیں سنتے خدا سنتا ہے بت عام ہیں۔ خدا کے بنائے ہوئے ہوں جیسا حضور ﷺ یا لات منات کی مورتی'' عنایت اللہ شاہ نے تصدیق کی اور کہا یہ نوجوان میری کمی پوری کرے گا۔

(ندائے حق ص ۶۵) پر ارشاد ہے ''جو لوگ انبیاء علیہم السلام کی حیات حسیہ حقیقیہ جسمانیہ عنصریہ کامل کے مدعی ہیں ان کا فرض تھا کہ انبیاء کو خصوصاً اپنے نبی کریم محمد رسول اللہ ﷺ کو قبر مبارک سے نکال لیتے تاکہ لوگ بھی آپ کی زیارت سے مشرف ہو کر صحابی کا درجہ حاصل کر لیتے اور مختلف مسائل کا تصفیہ حضور ﷺ سے کروا لیتے''۔

ان تمام اقتباسات سے اس ملحد گروہ کے اس مخصوص عقیدہ کی تکرار ظاہر ہوتی ہے جس کو ان لوگوں نے مدار کفر وایمان قرار دیا ہے اس کے علاوہ کچھ اور خرافات بھی ہیں جن کو بکواسات کے علاوہ کچھ کہا نہیں جا سکتا جس کا خلاصہ یہ ہے۔

۱.... سماع موتیٰ بالخصوص سماع صلوٰۃ وسلام عندالقبر کا عقیدہ بلا تاویل کفر ہے۔

۲.... سماع موتیٰ کا عقیدہ رکھنے والا خواہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی کیوں نہ ہو وہ کافر ہے۔

۳.... سماع موتیٰ کے قائلین کو جو کافر نہ سمجھے وہ بھی کافر ہے۔

۴.... بریلوی، دیوبندی دونوں مشرک ہیں۔

سماع موتی کے موضوع پر تفصیلی بحث اپنے مقام پر آ رہی ہے فی الحال یہ دیکھ لیا جائے کہ ان ملحدوں کی کفر سازی کی بمباری کی زد کس کس پر پڑتی ہے اور اس سے بچتا کون ہے۔

(۱) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صلوۃ وسلام عند القبر النبی ﷺ کے قائل ہیں دیکھئے (تنزیہ الشریعۃ عن اخبار الشنیعۃ الموضوعۃ ص ۳۲۵) ''وله شواهد من حديث عبد الله بن مسعود و عبد الله بن عباس و ابی هريرة اجمعها البيهقي و من حديث ابی بكر الصديق اخرجه الديلمي من حديثهما اخرج العقيلي''

اس حدیث کے صحیح ہونے پر شواہد موجود ہیں عبداللہ بن مسعود، عبد اللہ بن عباس اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حدیثیں ہیں جن کو بیہقی نے دیلمی نے اور عقیلی نے اخراج کیا ہے۔

وہ حدیث جس کی صحت پر اتنے گواہ پیش کئے گئے ہیں یہ ہے۔''من صلّى علّى عند قبرى سمعته'' یعنی جو شخص میری قبر پر حاضر ہو کر مجھ پر درود بھیجے میں سنتا ہوں۔

معلوم ہوا کہ ان ملحدین کے نزدیک ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کافر ہیں یہ ہے ان ملحدین کی رافضیانہ توحید کا شاہکار۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اس عقیدہ کے متعلق یہ حقیقت ذہن میں رہے کہ آپ نے یہ عقیدہ اپنے اجتہاد سے یا ذاتی رائے کی بنا پر نہیں اپنایا تھا بلکہ نبی کریم ﷺ کے ارشادات سن کر سماع موتی کے قائل ہوئے تھے اور صرف ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی قائل نہیں ہوئے آپ کے بعد تمام علمائے امت اس کے قائل رہے۔ چنانچہ علامہ ابن کثیر اپنی (تفسیر ج ۳ ص ۴۳۸) پر فرماتے ہیں۔''والسلف مجموعون علٰى هٰذا قد تواتر الاثار منهم بان الميت يعرف بزيارة الحي له ويستبشر'' سلف کا اس پر اجماع ہے ان سے متواتر روایات آ چکی ہیں کہ میت زندہ زائر کو پہچانتا ہے اور اس سے خوش ہوتا ہے۔

اور مولانا عبدالحئی لکھنوی نے (شرح وقایہ ج ۲ ص ۲۵۳) کے حاشیہ پر فرمایا:''وروايات كثيرة في كتب الحديث و امار دعائشة و بعض تلك الاحاديث فلم يعتد به جمهور الصحابة ومن بعدهم'' حدیث کی کتابوں میں کثرت سے روایات موجود ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اختلاف اور بعض ایسی حدیثوں کو صحابہ اور تابعین نے اعتماد نہیں کیا۔

یعنی سماع موتی کے عقیدہ کی بنیاد احادیث نبوی ﷺ ہیں۔ اب آپ اندازہ لگائیں کہ ان ظالموں کے فتوئ کفر کی زد کس پر پڑتی ہے۔

(۲) پھر جمہور صحابہ اور تابعین سماع موتی کے قائل ہیں تو ان ملحدوں کے نزدیک تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین کافر ٹھہرے۔ (معاذ اللہ)

ابن کثیر کی اس عبارت کے متعلق یہ کفر ساز پارٹی کہتی ہے کہ یہ عبارت الحاقی ہے کہاں سے معلوم ہوا؟ سنئے تفسیر ابن کثیر مکتبہ امیریہ میں یہ عبارت نہیں ملتی کیوں؟ اس لئے کہ کسی ع، غ قسم کے ملحد نے خیانت سے کام لے کر یہ عبارت اڑا دی، ابن کثیر کے دو نسخے اصل موجود ہیں ایک وہ جو معالم التنزیل مطبع المنار مصر کے حاشیہ پر ہے دوم وہ جس کو مطبع دار الاحیاء الکتب العربیہ نے طبع کیا ان دونوں میں یہ عبارت موجود ہے اور ان دونوں نسخوں میں نسخہ مکیہ پر اعتماد کیا ہے اردو ترجمہ اسی مکتبہ امیریہ کا ترجمہ ہے۔

(۳) مندرجہ ذیل ۶۰ علماء جن میں مفسر، محدث، فقیہہ، بھی شامل ہیں وہ سماع موتی کے قائل ہیں امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام نسائی، امام ابن ماجہ، امام ابوداؤد، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام ابو یوسف، امام محمد، امام طحاوی، ابن ابی شیبہ، ابوداؤد طیالسی، طبرانی، ابن شاہین، ابونعیم، ابن حبان، ابن عساکر، حکیم ترمذی، حاکم ابن سعد، بیہقی، ابن خزیمہ، ضیاء مقدسی، ابویعلی، محی السنۃ بغوی، دارمی، دارقطنی، خطیب، سعید بن منصور، ابن مردویہ، ابن ابی الدنیا، دیلمی، ابن ابی حاتم، ابن نجار بزار، ابن عدی، رافعی، ابن عرفہ، ابن الھویہ، ابن راھویہ، ابن جوزی، قاضی عیاض، عبد ابن حمید، ابونصر، امام سنجری فی الامانۃ، ہروی، ابن مندہ، ابن السنی، محب طبری فی الریاض النظرہ، خطابی، خفاجی، ابن حجر عسقلانی، امام نووی، صاحب سراج الوہاج، علامہ سندھی، امام شعبی، امام منیر شارح بخاری، رحمۃ اللہ علیہ۔ حال کے ملحدین کے نزدیک یہ سارے حضرات کافر قرار پائے۔ (معاذ اللہ)

(۴) المہند علی المفند جو علمائے دیوبند کے اجماعی عقیدہ کی تاریخی دستاویز ہے اس میں مولانا خلیل احمد محدث اکابر دیوبند کا عقیدہ بیان کرتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے ''نبی کریم ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور برزخ میں ان کی حیات دنیوی ہے اور اس نقطہ نظر کی تائید کے لئے بانی دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی کتاب ''آب حیات'' کا حوالہ بھی دیا کہ علمائے دیوبند کا یہ عقیدہ حیات انبیاء ان کے اسلاف سے بطور توارث ملا ہے کوئی انفرادی رائے یا وقتی ہنگامی فتویٰ نہیں ہے جو حوادثات کے پیش آنے سے اتفاقاً سامنے آ گیا ہو۔ اس طرح یہ مسئلہ اثبات حیات انبیاء بطرز مذکور سلف سے خلف تک یکسانی کے ساتھ مسلم اور متفقہ رہا ہے اور تمام علمائے دیوبند کا یہ اجماعی مسلک ہے جس سے کوئی فرد بھی منحرف نہیں ہے۔ یعنی چوتھے راؤنڈ پر ان ملاحدہ نے تمام اکابر دیوبند کو کافر قرار دے دیا۔

یہاں ایک اور عقدہ بھی حل ہو جاتا ہے یہ عین غین نیلوی بندیالوی پارٹی اپنی معاشی اور معاشرتی ضرورتوں اور مجبوریوں کے تحت اپنے آپ کو بندی کہلاتے ہیں۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ اکابر دیوبند جب ان کی نگاہ میں کافر ہیں تو یہ لوگ اپنی دیوبندیت کی نسبت کس سے جوڑتے ہیں۔ جب دیوبندیوں کا کوئی ایک فرد بھی حیات انبیاء کے عقیدے سے منحرف نہیں تو یہ ملاحدہ کا ٹولہ جو صرف منحرف ہی نہیں ہوا بلکہ ان کو کافر قرار دے بیٹھا۔ پھر بھی یہ دیوبندی ہی رہے۔ ثابت ہوا کہ ان پر جہاں اہل سنت والجماعت ہونے کی تہمت لگی ہوئی ہے وہاں دوسری تہمت دیوبندی کی بھی ہے حاشا وکلا ہرگز دیوبندی نہیں ہیں ہاں منکرین حدیث اور رافضیوں سے ان کا اعتقادی شجرہ نسب ملتا ہے۔

(۵) ۲۲ جون ۱۹۶۲ء کو قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس یہ لوگ مدرسہ عثمانیہ حنفیہ (راولپنڈی) میں جمع ہوئے ایک تحریری معاہدہ ہوا جس کی عبارت یہ ہے ''وفات کے بعد نبی کریم کے جسد اطہر کو برزخ قبر شریف میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اطہر پر حاضر ہونے والوں کا صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔

۱۔ دستخط قاری محمد طیب حال وارد راولپنڈی، ۲۲ جون ۱۹۶۲ء ۲۔ دستخط قاضی شمس الدین

۳۔ دستخط قاضی نور محمد ۴۔ دستخط لاشئے غلام اللہ خان

یہ معاہدہ ایسی حالت میں ہوا کہ قاضی صاحبان اور لاشئے کے ہوش وحواس قائم ٹھیک ٹھاک تھے اس لئے:

(۱) اگر یہ دستخط سچ مچ کے تھے تو اس پارٹی کے نزدیک یہ تینوں حضرات کافر بلا تاویل قرار پائے اور جب شیخ کافر ہو گیا تو مرید سوائے اس کے اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ۔

دوش از مسجد سوئے بت خانہ آمد پیرما چیست یاران طریقت بعد ازیں تدبیر ما

مگر تعجب کی بات یہ ہے کہ کافر شیخ القرآن بھی ہوا کرتے ہیں؟ اس لئے پنڈت دیانند سرسوتی، نولڈ کیے، سیلم رچرڈ بیل وغیرہ کو اگر کوئی شیخ القرآن سمجھے تو تعجب کی بات نہیں؟

(۲) اگر یہ دستخط محض دفع الوقتی کے لئے کڑی مجی کئے تھے تو دو صورتوں میں سے ایک صورت ہو سکتی ہے یعنی اگر نفاق کا لبادہ اوڑھا تو ان کا رشتہ عبداللہ بن ابی سے جاملا یا تقیہ کی لوئی اوڑھی تو ان کا سلسلہ عبداللہ بن سبا سے جاملا، بہر حال جو بھی صورت ہو ان شیوخ کو مسلمان ثابت کرنے کے لئے نہ کوئی علم کلام کام دے سکتا ہے نہ کوئی تاویلات کا ہتھیار کام آ سکتا ہے۔

اس دستخطی لغزش کی توجیہہ خود شیخ لا شئے نے ایک موقع پر فرما دی۔

واقعہ یوں ہے کہ ایک مرتبہ شیخ القرآن ڈھوک زمان داخلی چکڑالہ تشریف لائے تقریر کے بعد جو لوٹے تو قاضی عمر الدین صاحب مشایعت کے لئے ساتھ ہو لئے راستے میں شیخ سے سوال کیا نبی کریم ﷺ عند القبر صلوۃ وسلام سنتے ہیں یا نہیں؟ شیخ جی نے جواب دیا، ہم کو یہ بھی یقین نہیں کہ آپ کا وجود مبارک صحیح موجود ہے یا مٹی ہو چکا ہے۔ قاضی عمر الدین نے کہا تو پھر حیات النبی ﷺ کے مسئلہ پر دستخط کیوں کئے تھے؟ شیخ نے جواب باصواب لاجواب فرمایا کہ۔ کیا کرتے اگر دستخط نہ کرتے تو بندہ ایک بھی ساتھ نہ رہتا۔

یہ صاحب جواہر القرآن کی قرآن دانی کو جوہر۔ یہ ہے صاحب جواہر التوحید کی توحید کا حدود اربعہ، یعنی بندے ساتھ ہونے چاہئیں، ایمان رہے یا نہ رہے یہ توحید کے دعوے یہ سنت کے نعرے، یہ شیخ القرآنی کے چرچے، یہ دیو بندیت کے پروپیگنڈے محض سوانگ ہیں ایکٹنگ ہے کہ کسی طرح بندے اپنے گرد جمع کئے جا سکیں یہ ہے جواہر القرآن اور یہ ہے جواہر التوحید۔

روٹی تو کسی طور کما کھائے مچھندر

ان پانچ تکفیری بموں کے بعد وہ صفایا ہوا کہ دنیا سے مسلمانوں کا نام و نشان مٹ گیا، لے دے کے وہ رہ گئے تو بندیالوی، نیلوی، گجراتی اور چتوڑ گڑھی باقی رہے نام اللہ کا۔

ارے ظالموں! اپنے شیخ کو بھی کافر بنا کے چھوڑا۔

تمہارا تھا دوست دار حالی اور اپنے بیگانے کار ضاجو سلوک اس سے کئے تم نے تو ہم سے کیا کیا نہ کیجئے گا

یہ تھا ان لوگوں سے شغل تکفیر کا ماحصل اب ہم ان کے ان ہذیانات کا جائزہ لیتے ہیں جو اپنے اصل عقیدہ کے ساتھ یہ لوگ ضمناً بیان کرتے رہے۔

(۱) بچہ جمہورے نے کہا کہ ایک بت خدا کے بنائے ہوئے ہیں جیسے محمد رسول اللہ ﷺ۔ بابا نے خوش ہو کر کہا یہ جوان میرے کمی پوری کرے گا۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کوئی چیز بے مقصد نہیں بنائی جاتی۔ یہ انسان کی فطرت ہے تو یہ تسلیم کرنا مشکل ہے کہ خالق انسان کوئی چیز بے مقصد بنائے۔

بت بنانے کا مقصد کیا ہوتا ہے یا ہو سکتا ہے ظاہر ہے کہ پوجا پاٹ اور پرستش کے لئے ہی بنایا جاتا ہے اس کے بغیر اس کا کوئی مقصد نہیں البتہ زمانہ حال میں ایک اور مقصد وضع کر لیا گیا ہے اور وہ ہے ڈیکوریشن۔

اس اصول کے تحت ظاہر ہے کہ انسانوں نے جو بت بنائے وہ پوجا پاٹ کے لئے بنائے تو سوال یہ ہے کہ خدا نے بقول ان ملاحدہ کے جو بت بنایا کس مقصد کے لئے بنایا، اگر خدا پرانے خیال کا ہے تو اس کا مقصد بھی وہی پوجا پاٹ کرانا ہوگا اور اگر ماڈرن ہے تو اس کا مقصد ڈیکوریشن ہو سکتا ہے بہر حال ان ملحدوں کے نزدیک محمد رسول اللہ ﷺ کی حیثیت ان دونوں میں سے ایک ہے یا دونوں ہیں۔ اگر خدا نے یہ بت پوجا پاٹ کرانے کی غرض سے بنایا تو اس کی پوجا پاٹ کرنا عین رضائے خداوندی ہے اور پوجا کرنے والوں کی حیثیت مقصد تخلیق کو پورا کرنے کی ہوئی پھر شکوہ کیا اور گلہ کیوں؟

اور اگر مقصد دوسرا ہے تو حضور اکرم ﷺ کا رسول ہادی، مزکی، معلم ہونا سب حیثیتیں ختم ہوئیں پھر رسالت پر ایمان کہاں سے ڈھونڈو گے؟ استاد اور شاگرد دونوں ایسے جاہل بلکہ اجہل ہیں کہ اتنا بھی نہیں سوچتے کہ جو بکواس وہ کر گئے ہیں اس کا مفہوم اور مطلب کیا ہے اور یہ بکواس کرنے سے ان کی اپنی حیثیت کیا متعین ہوتی ہے۔ کہ خدا بت گر ہے؟ (معاذ اللہ)

(۲) دوسرے بزرجمہر فرماتے ہیں ''حیات کے مدعی اپنے نبی کریم ﷺ کو قبر سے نکال لیتے تا کہ لوگ صحابی کا درجہ حاصل کر لیتے''

ان حضرات جہالت مآب کو اتنا علم بھی نہیں کہ صحابی رضی اللہ عنہ ہونے کے لئے دو شرطیں ہیں۔ اول حیات دنیوی اور مکلف ہونا، دوم اسی دنیائے آب و گل میں تکلیف شرعی کی شرط کے ساتھ صحبت کا شرف حاصل ہوتا۔

کیا ان دونوں شرطوں کا امکان ہے۔ ظاہر ہے کہ نہیں تو پھر شرف صحابیت کا سوال ہی کہاں پیدا ہوتا ہے خیر یہ تو نیلوی صاحب کی جہالت کا شاہکار رہا۔ دوسری طرف حضور اکرم ﷺ کو قبر سے نکال کرلانے کی بکواس کرنا یہ ان کی ڈھٹائی اور دریدہ دہنی کی دلیل ہے۔

عقیدہ نمبر ۷: ''قرآن کی تفسیر کرنے میں انسان، رسول خدا کی تفسیر یا صحابہ کرام یا ائمہ تفسیر کی تفسیر کا محتاج نہیں بلکہ جس طرح سمجھ آئے تفسیر بیان کر دے۔

اول تو یہ اصول ان کی جہالت کا ایک شاہکار ہے اگر ان لوگوں نے کسی سے نہیں بلکہ از خود ہی قرآن پڑھا ہوتا تو ''لتبین للناس ما نزل الیھم'' ایک ایسی حقیقت ہے کہ انسان وہ نہیں کہہ سکتا جو انہوں نے کہی مگر شرط یہ ہے کہ قرآن پر ایمان ہو کہ اللہ کی کتاب ہے اور کتاب ہدایت ہے کیونکہ قرآن کی تبیین نبی ﷺ کے فرائض میں داخل ہے مگر یہ عجیب بات ہے کہ نبی تو اپنے فرض کی بجا آوری کے لئے قرآن کی تبیین، تفسیر، تشریح کرتا ہے مگر امت کہتی ہے ہم قرآن کی تفسیر میں رسول کے محتاج نہیں، کہیں کوئی جوڑ ہے ان دونوں باتوں میں۔

ہاں ایک صورت ہے کہ اگر قرآن کو محض ایک ادب پارہ سمجھا جائے تو ہر ادیب کو حق ہے کہ اپنی سمجھ کے مطالب معنی اخذ کرتا رہے مگر اس صورت میں قرآن کیا ہوا دیوان غالب بن گیا۔ (معاذ اللہ)

اس سے معلوم ہوا کہ عین غین پارٹی قرآن کے کتاب ہدایت ہونے پر ایمان نہیں رکھتی بلکہ محض ایک ادبی شاہکار سمجھتی ہے، گویا ان بے چاروں پر ایک اور تہمت لگائی جاتی ہے کہ ان کا اللہ کی کتاب پر ایمان ہے ظاہر ہوا کہ یہ اس تہمت سے بالکل بری ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ جب اصول یہ ٹھہرا کہ جس کی سمجھ میں قرآن کی جو تفسیر آئے وہی درست ہے تو آپ

نے آسمان سر پر کیوں اٹھا رکھا ہے کہ ہماری بات سنو دین ہم سے سیکھو توحید ہم سے سیکھو، قرآن ہم سے سیکھو، یعنی کسی کی نہ مانو ہماری مانو، بھائی تمہاری کیوں مانیں تم کوئی مافوق البشر مخلوق ہو، جب تم عقل سے اتنے پیدل ہو کر خود اصول قائم کر کے خود توڑتے ہو تو تم پاگلوں کے پیچھے کون چلے جب ہر شخص کو حق ہے کہ اپنی سمجھ کے مطابق قرآن کی تفسیر کرے تو تم اپنی سمجھ کو دوسروں پر مسلط کرنے کا حق کہاں سے لائے ہو جب کہ تمہاری سمجھ کو سمجھ کہنا ہی پرلے درجے کی ناسمجھی ہے کیونکہ تمہاری سمجھ تو ایسی مادر پدر آزاد ہے کہ نہ وہ رسول ﷺ کی محتاج نہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی محتاج نہ ماہرین علماء کی محتاج نہ جانے کس بدرو میں بہتی ہوئی آپ کے قابو میں آگئی۔

تیسری بات یہ ہے کہ اگر قرآن ایسا بازیچہ اطفال ہے تو حقیقت کا لفظ بے معنی ہے اور دین کا مفہوم بس موم کی ناک ہے جدھر چاہو پھیر لو اور جو صورت چاہو تیار کر لو جتنے آدمی اتنی سمجھیں جتنی سمجھیں اتنے ہی دین، پھر کافر کافر کی جورٹ لگا رکھی ہے حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے لیبل سے باطل مذہب یا تحریک چلانے کا واحد کامیاب نسخہ یہی ہے کہ رسول سے رشتہ منقطع کر کے قرآن کو اپنی خواہشات کا تابع بنا لو، نام قرآن کا لو بات اپنی کہو، آپ تحقیق کر کے دیکھ لیں۔ اسلام کے نام سے جتنے باطل فرقے منصۂ شہود پر آئے سب نے اسی نسخہ سے کام لیا۔ قرآن کے الفاظ کو آڑ بنائے رکھو مگر بات اپنے مطلب کی کہو ہاں ایک فرقہ جسے غلطی سے اسلامی فرقہ سمجھا جاتا ہے ذرا دلیر واقع ہوا ہے اور اس نے اعلان کر دیا کہ یہ وہ قرآن ہی نہیں جو محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا تھا لطف یہ ہے کہ الہامی کتاب کے بغیر الہامی مذہب کا بھی دعویٰ کیا جاتا ہے۔ اور دنیا میں ہزاروں ایسے سادے مل جاتے ہیں جو اسے اسلام ہی سمجھتے ہیں ۔

جفائیں بھی ہیں فریب بھی ہیں نمود بھی ہے سنگھار بھی ہے اور اس پر دعویٰ حق پرستی اور اس پہ یاں اعتبار بھی ہے

جب ان لوگوں کے سامنے کسی مفسر کا قول پیش کیا ہے تو ان کا جواب ایک چلتا ہوا فقرہ ہوتا ہے "ھم رجال و نحن رجال" یعنی وہ بھی انسان تھے اور ہم بھی انسان ہیں مگر یہی وہ سب سے بڑی غلط فہمی ہے جس میں یہ لوگ گرفتار ہیں انسان تو وہ ہوتا ہے جس میں انسانیت ہو، شرافت ہو، تیس مار خان بننے کے لئے ھم رجال و نحن رجال کا نعرہ نہایت کارآمد ہتھیار ہے مگر واقعات کی دنیا میں اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ۔

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست

اور یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ۔

گر بصورت آدمی انساں بدے احمد و بوجہل خود یکساں بدے

مگر ان کے اس قول سے پہلے تو ثابت ہوا کہ

(۱) قرآن کریم ایسی کتاب ہے جس کی حقیقت جس کا صحیح مفہوم نہ صحابہ رضی اللہ عنہم سمجھ سکے نہ چودہ صدیوں میں کوئی مفسر سمجھ سکا اس کو سمجھے تو بس یہی لوگ سمجھے ۔ (معاذ اللہ)

(۲) دوسری بات یہ قیاسات فقیہہ کا علم جس کے دفتر کے دفتر موجود ہیں اور جس کو علمائے مجتہدین نے اپنی خداداد اجتہادی قوت سے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے اخذ کیا اور جس پر دین کا دار و مدار ہے سارے کا سارا نا قابل اعتبار رہا کیونکہ وہ سب بقول ان کے اقوال الرجال ہیں۔

ان لوگوں کی انسانیت کے چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

(۱) (ندائے حق ص ۱۵) صاحب تسکین الصدر و فرضی سلف، فرضی جمہور، فرضی اکابر کی رٹ لگانا چھوڑ دیں۔

نیلوی صاحب کی اس فرضی تثلیث کا ماحصل یہ ہے کہ دین اسلام جن صحابہ رضی اللہ عنہم کرام سے نقل ہو کر آیا وہ فرضی سلف ہیں، جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم، جمہور تابعین، اور جمہور علمائے مجتہدین نے دین کی علمی خدمت کی وہ سب فرضی ہیں اور وہ اکابر جن میں متقدمین، متاخرین سب شامل ہیں اور اکابر دیوبند بھی انہیں میں شامل ہیں سب فرضی ہیں نتیجہ یہ نکلا کہ دین ہی سارا فرضی ہے یہ ٹولہ بس اصلی سلف اصل جمہور اور اصل اکابر کا ہے۔

خود کوزہ و خود کوزہ گر وخود گل کوزہ یہ ہے ان کی انسانیت کی معراج

(۲) (ندائے حق ص ۶۷) پر صاحب تسکین الصدور اور دیگر علمائے دیوبند کو بناسپتی دیوبندی فرمایا ہے۔

واقعی اصل دیوبندی ہونے کے لئے ضروری ہے کہ تمام اکابر دیوبند کو کافر قرار دیا جائے اور یہ آپ لوگوں کا ہی دل گردہ ہے، یہی انسانیت ہے کہ جن کا نام بیچ کر کھاؤ انہی کو کافر بھی کہو، اس کے بغیر حق نمک کیسے ادا ہو سکتا ہے یہ ان کی انسانیت کا دوسرا ثبوت ہوا۔

(۳) (ندائے حق ص ۱۸) تسکین الصدور کے متعلق لکھتے ہیں کہ ''دوکان میں جتنا سامان ہے معلوم ہو جائے گا کہ کس قیمت اور قدر و منزلت کا ہے اور جمہور سلف اکابر کے کیپسولوں میں کس قدر زہر بھر دی گئی ہے جس کی مضرت، نسلاً بعد نسلٍ مہلک اور تباہ کن ثابت ہوگی۔

یہی آثار صحابہ رضی اللہ عنہم، احادیث اور اکابر امت کے اقوال تو زہر کے کیپسول ہیں۔ آب حیات ہے تو اس عین غین پارٹی کے پاس یہ اور بات ہے کہ اس چشمے کا منبع کہیں نظر آتا ہے لے دے کے یہ چشمہ پھوٹتا ہوا نظر آتا ہے تو ان کی ہوائے نفس سے ان کے پیٹ سے کیونکہ دین تو سارا صحابہ ہی نقل ہو کے آیا اور وہ ٹھہرا زہر بس تریاق ہے تو اسی ٹولہ کے پاس۔ واہ رے نیلوی انسانیت۔

(۴) علاقہ بہاولپور گھلواں میں عنایت اللہ گجراتی اور سعید واعظ موجود تھے ایک عالم نے علامہ ابن کثیر کی عبارت پیش کی تو سعید صاحب کا جوہر انسانیت جوش میں آیا تو کہنے لگے پہلے اس کے نام کو دیکھو ابن کثیر کوئی اچھا ہوتا ہے یعنی ابن کثیر کے معنی حرامی ہے۔ (معاذ اللہ)

یہ ہے وہ انسانیت جس پر ناز ہے اشاعت التوحید والسنۃ کا مبلغ اعظم عنایت اللہ گجراتی بیٹھا ہے اور یہ بکواس سن رہا ہے۔

(۵) (اقامۃ البرہان سجاد بخاری ص ۲۴) ''ترمذی صاحب اور ان کے حضرت والا اگر واقعی مخلصانہ اصلاحی کوششوں کا جذبہ رکھتے تو اس خدمت اسلام کا آغاز انہیں اوپر سے کرنا چاہیے تھا جواہر القرآن کا نمبر تو بہت بعد میں تھا سب سے پہلے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی پھر حضرت نانوتوی رحمہ اللہ اس کے بعد شیخ الہند پھر علامہ انور شاہ کاشمیری رحمہ اللہ کی اصلاح کی جاتی جن کے تفردات کا نمونہ پہلے پیش کیا جاچکا ہے پھر خاص طور سے پہلے انہیں اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی ان کتابوں کی اصلاح و تطہیر فرماتے جن میں ایسا مواد موجود ہے مثلا

ضعیف شاذ، منکر بلکہ موضوع حدیثیں بلا انکار وتنبیہ بے سروپا حدیثیں بے سند اور گمراہ کن کرامتیں وغیرہ جن کو اہل بدعت اپنے عقائد زائغہ اور اپنی بدعات مخترعہ کی تائید کے لئے پیش کرتے ہیں جس کی وجہ سے تبلیغ توحید کے مشن کو بعض اوقات کافی سے زیادہ نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔"

یعنی شیخ القرآن کے پہلے خلیفہ جناب سجاد بخاری صاحب توحیدی ثم اصلی دیوبندی کے نزدیک بگڑے ہوئے لوگوں میں سرفہرست شاہ ولی اللہ دہلوی کا نام آتا ہے پھر بگاڑ کے اعتبار سے علیٰ حسب مراتب حضرت نانوتوی ؒ حضرت شیخ الہند اور حضرت علامہ انور شاہ کاشمیری کے نام آتے ہیں اور بگاڑ بدرجہ اتم جس شخص میں پایا جاتا ہے وہ مولانا اشرف علی تھانوی ہیں جن کا علمی محاسبہ بقول اصلی دیوبندی کے شاذ، منکر ضعیف بلکہ موضوع حدیثوں کے بغیر کچھ نہیں اور بقول ان کے صرف ضال ہی نہیں بلکہ مضل بھی ہیں گمراہ ہی نہیں گمراہ کن بھی ہیں یاللعجب (معاذ اللہ)

علمائے دیوبند جسے حکیم الامت کہیں اور اکابر دیوبند کے شیخ الشیوخ حضرت مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی جن کی علمی اور تحقیقی صلاحیتوں کے معترف ہوں وہ اصلی دیوبندیوں کے نزدیک توحید کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہوں۔

یہ ہے وہ انسانیت جس پر ناز کرتے ہوئے یہ بہردپئے

ھم رجال ونحن رجال کی بڑ ہانکتے ہیں

(۶) حضور اکرمﷺ کا جلیل القدر صحابی ان کے نزدیک جنگلی ہے۔

دوسرا صحابی جو استاد العلماء شمار ہوتا ہے ان کے نزدیک غیر فقیہہ اور غیر عادل ہے، اب کون ان کی انسانیت میں شک کر سکتا ہے۔

(۷) افضل البشر بعد انبیاء ابوبکر صدیق ؓ ان کے نزدیک کافر ہے اب بتایئے ایسی سکہ بند انسانیت کے نمونے کسی شریف انسانی معاشرہ میں مل سکتے ہیں۔

عقیدہ نمبر ۸: عذاب وثواب صرف روح کو ہوتا ہے۔ (اقوال مرضیہ محمد امیر بندیالوی ص ۶۶)

"میت تو پتھر ہے اس میں نہ زندگی ہے نہ ادراک اس لئے اس کو عذاب ہونا محال ہے۔ یہ عقیدہ ابن ہبیرہ اور ابن میسرہ کا ہے برعظیم میں یہ عقیدہ ہندوؤں کا ہے جنہوں نے روح کے عذاب کے لئے تناسخ کا عقیدہ ایجاد کیا ہے۔

عقیدہ نمبر ۹: عذاب وثواب نہ بدن کو ہوتا ہے نہ روح کو۔ (جواہر القرآن غلام اللہ خان ج ۲ ص ۹۰۴)

"عذاب وثواب نہ روح کو ہوتا ہے نہ بدن کو ہوتا ہے۔"

سوال یہ ہے کہ پھر کس کو ہوتا ہے؟ جواب یہ ہوا کہ کسی کو نہیں ہوتا۔ یہ عقیدہ کفار کا ہے اور قرآن کی بیسیوں آیات کا انکار صرف اس عقیدہ سے ہوتا ہے مگر ستم ظریفی کی انتہا ہے کہ منکر قرآن بھی شیخ القرآن ہوتے ہیں۔

(جواہر القرآن ج ۲ ص ۹۰۵) "شیخ قدس سرہ کی تحقیق یہ ہے کہ برزخ میں لذت والم اور سرور وعذاب روح کو ہرگز نہیں ہوتا، روح ایک ایسی چیز ہے جو احساس الم سے ماورئی ہے اسے تکلیف تو کسی حال میں نہیں ہوتی البتہ اسے لذت وسرور کا احساس ضرور ہوتا ہے۔"

سوال یہ ہے کہ شیخ کی تحقیق کا ماخذ کیا ہے؟ ظاہر ہے کہ ماخذ بیان نہیں ہوا لہٰذا شیخ سے مراد خود شیخ القرآن

ہی ہیں مگر یہ پیراگراف حافظ نباشد کا شاہکار ہے۔ پہلے جملے میں فرمایا کہ لذت والم اور سرور عذاب روح کو ہرگز نہیں ہوتا۔ آخری جملے میں فرمایا البتہ اسے لذت و سرور کا احساس ضرور ہوتا ہے اس تضاد کو کون رفع کرے؟ مگر لطف یہ ہے کہ ایسی بے تکی ہانکنے والے مفسر قرآن بھی ہوتے ہیں اور شیخ القرآن بھی کہلاتے ہیں۔

عقیدہ نمبر ۱۰: (شفاء الصدور ص ۱۰) ''تمام ارواح اپنے اپنے مقام پر یا عذاب میں ہیں یا راحت میں عالم برزخ ان کے لئے جسم مثالی ہیں ان مٹی کے جسموں سے ان کا کوئی تعلق نہیں جو ارضی ہیں عنصری ہیں اور زمین کے گڑھوں میں دفن ہیں۔''

روح کو عذاب ہوا مگر روح تو بقول آپ کے جسم مثالی میں ہے تو کیا جسم مثالی بھی اس عذاب سے متاثر ہوتا؟ ظاہر ہے کہ جب روح کو عذاب ہو رہا ہے تو وہ جسم کیسے متاثر نہ ہو جس میں وہ روح موجود ہے نتیجہ یہ نکلا کہ عذاب ہوتا ہے روح اور جسم مثالی کو یعنی کھائے پیئے کوکری دھون بھنائے جمعہ۔ مزے کرے جسم عنصری اور مار کھائے جسم مثالی۔ گناہ کرے جسم عنصری اور عذاب ہو جسم مثالی کو۔

واہ رے کافرانہ توحید۔ اللہ تعالیٰ کے عدل کا کیا خوب تصور پیش کیا ہے ان عقائد پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالئے۔ ان میں سے کوئی عقیدہ کافروں سے لیا ''کوئی رافضیوں سے'' کوئی منکرین حدیث سے کوئی صالحیہ سے کوئی کرامیہ سے اور مجموعے کا نام رکھ دیا۔ اصل تے وڈی توحید

بہر حال ان کا کوئی عقیدہ ایسا نہیں جسے اکابر دیوبند کا عقیدہ کہا جاسکے یا اس پر عقیدہ اہل السنت کا اطلاق ہوسکے بلکہ کوئی عقیدہ ایسا نہیں جسے اسلامی عقیدہ کا نام دے سکیں۔ اس لئے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جن حضرات نے ان عقائد کو حرز جان بنا رکھا ہے انہیں کیا سمجھا اور کہا جائے یہ سوال واقعی بڑا مشکل ہے مگر آپ ذرا چشم تصور کے سامنے ایک ایسے جانور کی صورت لائیں جس کا سر گدھے کا ہو منہ بندر کا ہو کان ہاتھی کے ہوں دھڑ بھیڑئے کا ہو، آپ اسے کیا نام دیں گے ظاہر ہے کہ آپ اسے کوئی نام نہیں دے سکتے زیادہ زیادہ یہی کہہ سکتے ہیں کہ یہ عجیب الخلقت جانور ہے بس ان لوگوں کے متعلق بھی یہی کہہ سکتے ہیں کہ نہ یہ دیوبندی ہیں نہ حنفی ہیں نہ اہل السنت والجماعت سے ان کا کوئی تعلق نہ اسلام سے ان کا کوئی واسطہ ہے ان میں سے کسی نام سے انہیں پکارا نہیں جاسکتا۔ اس لئے ان ناموں کو چھوڑ کر اور جس نام سے انہیں چاہو سمجھو اور پکارو۔ دیگر اس حقیقت سے خبردار ہو کہ یہ نہ دیوبندی ہیں نہ حنفی ہیں اور نہ اہل السنت والجماعت میں سے ہیں ہاں یہ اپنے قول کے مطابق منکر حدیث، منکر اجماع، منکر تواتر ہیں اور ندائے حق کو تسلیم ہے ایسا منکر یقیناً کافر ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فقہائے احناف اور حیات الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام

احناف کے فقیہ فاضل علامہ عبداللہ بن محمود بن مودود موصلی پیدائش ۵۹۹ھ اپنی مشہور عالم تصنیف ''الاختیار لتعلیل المختار'' میں زیارت قبر النبی ﷺ کے آداب کے سلسلے میں فرماتے ہیں۔

''وَيَقِفُ كَمَا يَقِفُ فِي الصَّلَاةِ، وَيُمَثِّلُ صُورَتَهُ الْكَرِيمَةَ الْبَهِيَّةَ - ﷺ كَأَنَّهُ نَائِمٌ فِي لَحْدِهِ، عَالِمٌ بِهِ يَسْمَعُ كَلَامَهُ، قَالَ ﷺ: مَنْ صَلَّى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي سَمِعْتُهُ وَفِي الْخَبَرِ: أَنَّهُ وُكِّلَ بِقَبْرِهِ مَلَكٌ يُبَلِّغُهُ سَلَامَ مَنْ سَلَّمَ عَلَيْهِ مِنْ أُمَّتِهِ، وَيَقُولُ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللهِ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَفِيَّ اللهِ، السَّلَامُ

عَلَيْكَ يَا حَبِيبَ اللهِ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ الرَّحْمَةِ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا شَفِيعَ الْأُمَّةِ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَ الْمُرْسَلِينَ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَاتَمَ النَّبِيِّينَ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُزَّمِّلُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُدَّثِّرُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَحْمَدُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلَى أَهْلِ بَيْتِكَ الطَّيِّبِينَ الطَّاهِرِينَ الَّذِينَ أَذْهَبَ اللهُ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهَّرَهُمْ تَطْهِيرًا، جَزَاكَ اللهُ عَنَّا أَفْضَلَ مَا جَزَى نَبِيًّا عَنْ قَوْمِهِ، وَرَسُولًا عَنْ أُمَّتِهِ؛ أَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ الرِّسَالَةَ، وَأَدَّيْتَ الْأَمَانَةَ، وَنَصَحْتَ الْأُمَّةَ، وَأَوْضَحْتَ الْحُجَّةَ، وَجَاهَدْتَ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَقَاتَلْتَ عَلَى دِينِ اللهِ حَتَّى أَتَاكَ الْيَقِينُ، فَصَلَّى اللهُ عَلَى رُوحِكَ وَجَسَدِكَ وَقَبْرِكَ صَلَاةً دَائِمَةً إِلَى يَوْمِ الدِّينِ. يَا رَسُولَ اللهِ، نَحْنُ وَفْدُكَ، وَزُوَّارُ قَبْرِكَ، جِئْنَاكَ مِنْ بِلَادٍ شَاسِعَةٍ، وَنَوَاحٍ بَعِيدَةٍ، قَاصِدِينَ قَضَاءَ حَقِّكَ، وَالنَّظَرَ إِلَى مَآثِرِكَ، وَالتَّيَامُنَ بِزِيَارَتِكَ، وَالِاسْتِشْفَاعَ بِكَ إِلَى رَبِّنَا، فَإِنَّ الْخَطَايَا قَدْ قَصَمَتْ ظُهُورَنَا، وَالْأَوْزَارَ قَدْ أَثْقَلَتْ نَوَاصِلَنَا، وَأَنْتَ الشَّافِعُ الْمُشَفَّعُ، الْمَوْعُودُ بِالشَّفَاعَةِ وَالْمَقَامِ الْمَحْمُودِ، وَقَدْ قَالَ اللهُ تَعَالَى: ”وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّابًا رَحِيمًا“ (النساء: ٦٤) وَقَدْ جِئْنَاكَ ظَالِمِينَ لِأَنْفُسِنَا، مُسْتَغْفِرِينَ لِذُنُوبِنَا، فَاشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ، وَأَسْأَلُهُ أَنْ يُمِيتَنَا عَلَى سُنَّتِكَ، وَأَنْ يَحْشُرَنَا فِي زُمْرَتِكَ، وَأَنْ يُورِدَنَا حَوْضَكَ، وَأَنْ يَسْقِيَنَا كَأْسَكَ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَادِمِينَ، الشَّفَاعَةَ الشَّفَاعَةَ الشَّفَاعَةَ يَقُولُهَا ثَلَاثًا: ”رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ“ (الحشر: ١٠) الْآيَةَ. وَيُبَلِّغُهُ سَلَامَ مَنْ أَوْصَاهُ فَيَقُولُ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ مِنْ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ، يَسْتَشْفِعُ بِكَ إِلَى رَبِّكَ فَاشْفَعْ لَهُ وَلِجَمِيعِ الْمُسْلِمِينَ؛ ثُمَّ يَقِفُ عِنْدَ وَجْهِهِ مُسْتَدْبِرَ الْقِبْلَةِ، وَيُصَلِّي عَلَيْهِ مَا شَاءَ.

وَيَتَحَوَّلُ قَدْرَ ذِرَاعٍ حَتَّى يُحَاذِيَ رَأْسَ الصِّدِّيقِ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُ - وَيَقُولُ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلِيفَةَ رَسُولِ اللهِ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَاحِبَ رَسُولِ اللهِ فِي الْغَارِ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَفِيقَهُ فِي الْأَسْفَارِ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَمِينَهُ عَلَى الْأَسْرَارِ، جَزَاكَ اللهُ عَنَّا أَفْضَلَ مَا جَازَى إِمَامًا عَنْ أُمَّةِ نَبِيِّهِ، وَلَقَدْ خَلَفْتَهُ بِأَحْسَنِ خَلَفٍ. وَسَلَكْتَ طَرِيقَهُ وَمِنْهَاجَهُ خَيْرَ مَسْلَكٍ، وَقَاتَلْتَ أَهْلَ الرِّدَّةِ وَالْبِدَعِ، وَمَهَّدْتَ الْإِسْلَامَ، وَوَصَلْتَ الْأَرْحَامَ، وَلَمْ تَزَلْ قَائِلًا الْحَقَّ، نَاصِرًا لِأَهْلِهِ حَتَّى أَتَاكَ الْيَقِينُ، فَالسَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ؛ اللَّهُمَّ أَمِتْنَا عَلَى حُبِّهِ، وَلَا تُخَيِّبْ سَعْيَنَا فِي زِيَارَتِهِ بِرَحْمَتِكَ يَا كَرِيمُ. ثُمَّ يَتَحَوَّلُ حَتَّى يُحَاذِيَ قَبْرَ عُمَرَ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُ - فَيَقُولُ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُظْهِرَ الْإِسْلَامِ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُكَسِّرَ الْأَصْنَامِ، جَزَاكَ اللهُ عَنَّا أَفْضَلَ الْجَزَاءِ،

ترجمہ: اور جب روضہ اطہر پر حاضر ہو تو کھڑا ہو حضور ﷺ کے سامنے جس طرح کھڑا ہوتا ہے نماز میں اور یقین کرے آپ ﷺ کی صورت کریمہ کو کہ آپ اپنی قبر میں سوئے ہوئے ہیں۔ اور حاضر ہونے والے کو جان رہے ہیں اور اس کی کلام سن رہے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا جس شخص نے درود بھیجا مجھ پر میری قبر کے پاس کھڑے ہو کر میں خود سنتا ہوں اور حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ آپ ﷺ کی قبر پر مقرر کر رکھا ہے جو آدمی حضور ﷺ کی امت سے آپ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام پڑھے اسے حضور ﷺ تک پہنچا دیتا ہے اور یوں کہے السلام علیک ..... الخ جزا دے آپ کو اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے افضل جزا جو نبی کو اپنی قوم کی طرف سے دی جاتی ہے اور رسول کو اپنی امت سے۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے رسالت پہنچا دی اور امانت ادا کر دی اور امت کو نصیحت کی اور دلائل کو واضح کیا اور اللہ کے راستے میں جہاد کیا اور اللہ کے دین کے لئے جنگ کی یہاں تک کہ آپ کو موت آ گئی۔ صلوۃ وسلام ہو آپ ﷺ کے روح پر اور آپ ﷺ کے جسد پر اور آپ ﷺ کی قبر پر قیامت تک۔ یا رسول اللہ ﷺ ہم آپ کا وفد ہیں اور آپ کی قبر پر زوار ہیں اور ہم آپ کے پاس دور شہروں سے آئے ہیں اور نواح بعیدہ سے۔ قصد کرتے ہیں ہم پورا کرنا آپ کا حق اور مشاہدہ کرنے کے لئے آپ کی نشانیوں کا اور آپ کی زیارت کے ساتھ برکت حاصل کرنے کے لئے اور اپنے رب کی طرف آپ کو شفیع بناتے ہیں۔ اس لئے کہ گناہوں نے ہماری کمروں کو توڑ دیا ہے اور گناہوں کے بوجھ نے ہمارے کندھوں کو بوجھل کر دیا ہے اور آپ شافع ہیں شفاعت قبول کئے ہوئے ہیں آپ سے شفاعت کا وعدہ ہے اور مقام محمود کا بھی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ لوگ (مومن) جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو اگر وہ آپ کے پاس آ جائیں اور اللہ سے بخشش مانگیں اور رسول بھی ان کے لئے بخشش مانگیں تو البتہ وہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحمت کرنے والا پائیں گے اور ہم آئے ہیں آپ کے پاس کہ ہم اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے ہیں اپنے گناہوں کی بخشش مانگنے والے ہیں پس شفاعت کیجئے ہمارے لئے اور اللہ سے دعا کیجئے کہ ہمیں آپ کی سنت پر موت دے اور قیامت کے دن آپ کی جماعت میں اٹھائے اور آپ کے حوض کوثر سے ہمیں سیراب کرے، ہمیں آپ کا پیالہ پلائے اور ہم خوار اور پشیمان نہ ہوں، پھر پہنچائے آپ کو سلام اس شخص کا جس نے اس کو وصیت کی اور کہے سلام ہو آپ پر یا رسول اللہ فلاں ابن فلاں کی طرف سے وہ آپ کو اپنے رب کے سامنے شافع بناتا ہے پس اس کے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے اپنے رب سے دعا کیجئے۔ پھر کھڑا ہو حضور کے چہرے کے سامنے قبلہ کی طرف پشت کر کے پھر درود بھیجے آپ پر جو چاہے پھر ایک گز کے قریب ہٹے، یہاں تک کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سامنے آ جائے اور کہے سلام ہو تجھ پر اے خلیفہ رسول ﷺ، سلام ہو تجھ پر اے رسول کے غار کے ساتھی سلام ہو تجھ پر اے سفروں میں رسول کے رفیق سلام ہو تجھ پر اے نبوت کے رازوں کے امین جزا دے اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے افضل جزا جو پہنچی امام کو اپنے نبی کی امت کی طرف سے آپ حضور ﷺ کے بہترین خلیفہ رہے اور حضور ﷺ کے راستے اور طریقے پر چلے اور عمدہ طریقہ سے چلے، آپ نے مرتدوں اور بدعتیوں کے خلاف جہاد کیا اور اسلام کو تقویت پہنچائی اور صلہ رحمی کی اور آپ نے ہمیشہ حق کہا اور اسلام کے مددگار رہے حتیٰ کہ آپ اپنے رب سے جا ملے پس آپ پر سلام اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں اے اللہ ہمیں موت دے صدیق رضی اللہ عنہ کی محبت میں اور اس کی زیارت کی کوشش میں ہم خسارے میں نہ رہیں اللہ اپنی رحمت سے دعا قبول فرما پھر وہاں سے ہٹے حتیٰ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قبر کے سامنے آ جائے اور کہے اے امیر المومنین آپ پر سلام ہو سلام ہو تجھ پر اے اسلام کو ظاہر کرنے والے سلام ہو تجھ پر اے بتوں کو توڑنے والے جزا دے اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے افضل جزا۔

متن مختار ایک مشہور واضح متن ہے۔ یہ صحاح اربعہ متون میں سے ہے جن پر مذہب حنفی کا مدار ہے۔ صحاح اربعہ یہ ہیں کنز الدقائق، مختار، مجمع البحرین، اور الوقایہ۔ اسی مختار کی شرح اختیار سے یہ عبارت نقل کی گئی ہے۔ شارح حضرت مولانا عبداللہ ہیں جو قاضی کوفہ رہ چکے ہیں اور صاحب ترجیح ہیں۔

(۲) فتاوی عالمگیری: اس فتاوی کے متعلق صاحب کشف ظنون لکھتے ہیں۔ ''وھی مشھورۃ مقبولۃ

معمول بها متداولة بين العلماء والفقهاء وهي نصب عين من تصدر للحكم والافتاء " یہ فتاوی مشہور ومقبول اور معمول بہا اور متداول ہے علماء اور فقہاء میں جو شخص فتویٰ چاہے اس کے لئے یہ نصب العین ہے۔

اورنگ زیب عالمگیر نے اپنی وسیع سلطنت میں سے فقہائے احناف کے چوٹی کے مفسر محدث اور فقیہہ علماء جن کی تعداد پانچ سو تھی منتخب کئے اور ان کے سپرد یہ کام کیا کہ ایسی جامع کتاب تیار کریں جو تعزیرات اسلام کا پورا کام دے اور سفر میں کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہ پڑے، عالمگیر نے بصرف زر کثیر کتابیں جمع کیں اور ان علماء کے حوالے کیں اس گروہ کی قیادت حضرت شاہ ولی اللہ کے والد امام الہند شاہ عبدالرحیم کے سپرد کی ان پانچ سو علماء نے فتاوی عالمگیری لکھ کر الاختیار شرح مختار کے مضمون پر مہر تصدیق ثبت کردی اسی وجہ سے آج تک تمام علماء اور عوام کا عمل اسی پر چلا آیا ہے اور کسی عالم نے آج تک نہ اس کی تردید کی ہے نہ ہی لب کشائی کی ہے چنانچہ فتاویٰ عالمگیری ایک مفتیٰ بہ فتاوی ہے۔ تین چار سو سال سے اسی پر فتوی چلا آرہا ہے آج صرف ایک ٹولہ ملحدین اور مجددین شرک کا اس کا منکر ہوا ہے اس سے پہلے کتاب اختیار شرح مختار چھٹی صدی سے لکھی گئی ہے اور نو سو سال سے اسی پر عمل چلا آرہا ہے اور علماء عوام خواص سب کا اس پر اتفاق چلا آرہا ہے کسی نے نکیر نہیں کی اب یہ ملحدین کا ٹولہ اس کو شرک کہتا ہے اور یہودیوں کا مذہب بتاتا ہے ان کو یہودیوں کے مذہب سے بڑا پیار ہے ان کے دل میں ہر وقت یہودیوں کا مذہب رہتا ہے اگر ان میں کوئی طاقت ہے تو ان کی تردید پیش کریں۔ اگر کسی فقیہ نے تردید میں کوئی کتاب لکھی ہے تو پیش کریں ورنہ ظاہر ہے کہ ان کا مذہب خانہ زاد مذہب ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۲۰۹) پر لکھا ہے۔ "وَيَقِفُ كَمَا يَقِفُ فِي الصَّلَاةِ وَيُمَثِّلُ صُورَتَهُ الْكَرِيمَةَ الْبَهِيَّةَ كَأَنَّهُ نَائِمٌ فِي لَحْدِهِ عَالِمٌ بِهِ يَسْمَعُ كَلَامَهُ.

كَذَا فِي الِاخْتِيَارِ شَرْحِ الْمُخْتَارِ ثُمَّ يَقُولُ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللهِ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللهِ قَدْ بَلَّغْتَ الرِّسَالَةَ وَأَدَّيْتَ الْأَمَانَةَ وَنَصَحْتَ الْأُمَّةَ وَجَاهَدْتَ فِي أَمْرِ اللهِ حَتَّى قَبَضَ رُوحَكَ حَمِيدًا مَحْمُودًا فَجَزَاكَ اللهُ عَنْ صَغِيرِنَا وَكَبِيرِنَا خَيْرَ الْجَزَاءِ وَيُبَلِّغُهُ سَلَامَ مَنْ أَوْصَاهُ فَيَقُولُ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ مِنْ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ يَسْتَشْفِعُ بِكَ إِلَى رَبِّكَ فَاشْفَعْ لَهُ وَلِجَمِيعِ الْمُسْلِمِينَ ثُمَّ يَقِفُ عِنْدَ وَجْهِهِ مُسْتَدْبِرَ الْقِبْلَةِ وَيُصَلِّي عَلَيْهِ مَا شَاءَ وَيَتَحَوَّلُ قَدْرَ ذِرَاعٍ حَتَّى يُحَاذِيَ رَأْسَ الصِّدِّيقِ - رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ - وَيَقُولُ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلِيفَةَ رَسُولِ اللهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَاحِبَ رَسُولِ اللهِ فِي الْغَارِ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَفِيقَهُ فِي الْأَسْفَارِ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَمِينَهُ عَلَى الْأَسْرَارِ ثُمَّ يَتَحَوَّلُ حَتَّى يُحَاذِيَ قَبْرَ عُمَرَ - رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ - فَيَقُولُ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُظْهِرَ الْإِسْلَامِ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُكَسِّرَ الْأَصْنَامِ الی ان قال ...جِئْنَاكُمَا نَتَوَسَّلُ بِكُمَا إِلَى رَسُولِ اللهِ لِيَشْفَعَ لَنَا وَيَسْأَلَ رَبَّكُمَا أَنْ يَتَقَبَّلَ سَعْيَنَا وَيُعِيشَنَا عَلَى مِلَّتِهِ وَيُمِيتَنَا عَلَيْهَا وَيَحْشُرَنَا فِي زُمْرَتِهِ ثُمَّ يَدْعُو لِنَفْسِهِ وَلِوَالِدَيْهِ وَلِمَنْ أَوْصَاهُ بِالدُّعَاءِ وَلِجَمِيعِ الْمُسْلِمِينَ "

اور جب روضہ اطہر پر حاضری کے لئے کھڑا ہوا ایسے کہ جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے اور یقین کرے آپ کی صورت کریمہ، کو کہ آپ اپنی قبر میں سوئے ہوئے ہیں اور اس شخص کو جان رہے ہیں اور اس کی کلام سن رہے ہیں جیسا کہ شرح اختیار میں ہے پھر کہے اے اللہ کے نبی آپ پر سلام ہو اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں آپ نے لوگوں کو اللہ کا دین پہنچایا رسالت پہنچائی امانتیں ادا کیں امت کو نصیحت کی اور جہاد کیا یہاں تک کہ آپ کی حمید ومحمود روح پرواز کر گئی، اللہ تعالیٰ ہم چھوٹوں بڑوں سے آپ کو بہترین جزا دے، پھر حضور ﷺ کو اس شخص کا سلام

پہنچائے جس نے اس کو کہا ہو اور کہے سلام ہو تجھ پر اے اللہ کے رسول فلاں ابن فلاں کی طرف سے وہ آپ کو اپنے رب کے سامنے شفیع بناتا ہے پس آپ اس کے لئے اور سارے مسلمانوں کی شفاعت فرمائیں۔ (آگے ترجمہ حسب سابق)

''ہم آپ دونوں (صدیق فاروق) کے پاس آئے ہیں آپ کو وسیلہ بناتے ہیں رسول اللہ کے پاس تاکہ آپ سفارش کریں اور دعا کریں ہمارے لئے اللہ سے کہ وہ ہماری کوشش قبول فرمائے اور ہمیں زندہ رکھے آپ کے دین پر اور موت دے اسی پر اور اٹھائے ہمیں حضور کی جماعت میں پھر اپنے لئے اپنے والدین کے لئے اور ان لوگوں کے لئے جنہوں نے اس کو کہا ہو اور تمام مسلمانوں کے لئے دعاء کرے''

پھر زیارت قبر النبی ﷺ کے متعلق میں ہے۔

''قال مشائخنا انها افضل المندوبات فی مناسک الفارسی وشرح مختار انها قریبة من الوجوب لمن له ساعة'' ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یہ (زیارت روضہ اطہر) افضل مندوبات میں سے ہے اور مناسک فارسی اور شرح مختار میں ہے کہ یہ ہر شخص کے لئے واجب کے قریب ہے جس کو استطاعت ہو۔ (فتاویٰ عالمگیری ص ۲۰۹)

اور (شرح مختار ص ۱۷۵) پر ہے۔ ''اذا فرغوا من مناسکهم وقفلوا عن المسجد الحرام وقصدوا المدینة زائرین قبر النبی ﷺ اذهی من افضل المندوبات والمستحبات بل تقرب من درجة الواجبات فانه حرض علیها وبالغ فی الندب الیها فقال من وجد ساعة ولم یزرنی فقد جفانی وقال ﷺ من زار قبری وجبت له شفاعتی، من زار قبری بعد مماتی فکانما زارنی فی حیاتی الیٰ غیر ذالک من الاحادیث''

جب احکام حج سے فارغ ہو اور مسجد حرام سے رخصت ہو اور مدینہ منورہ کا قصد کرے کہ نبی کریم ﷺ کی قبر کی زیارت کرے کیونکہ یہ زیارت مندوبات اور مستحبات سے افضل ہے بلکہ درجہ وجوب کے قریب ہے کیونکہ حضور ﷺ نے اس کے لئے ترغیب دی ہے اور اس کی زیارت میں مبالغہ فرمایا ہے۔ فرمایا، کہ جو شخص طاقت رکھتا ہو اور اس نے میری زیارت نہ کی تو اس نے ظلم کیا، اور حضور ﷺ نے فرمایا جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی جس نے میری موت کے بعد میری زیارت کی اس نے گویا میری زندگی میں زیارت کی۔ اس طرح کی اور بہت سی حدیثیں موجود ہیں۔

(۳) (فتح القدیر دار الفکر ص ۱۷۹) باب زیارة قبر النبی ﷺ۔

صاحب فتح القدیر کا علمی پایہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ حافظ العصر علامہ ابن حجر عسقلانی کے ہم مرتبہ ہیں حدیث میں اور علم اصول میں اس سے افضل ہیں جن کے حق میں علامی شامی نے یوں فرمایا کہ وہ درجہ اجتہاد کو پہنچے ہیں۔

''قال مشائخنا من افضل المندوبات وفی مناسک الفارسی وشرح مختار انها قریبة من الوجوب لمن له ساعة'' (ترجمہ اوپر گزر چکا ہے)

پھر (ص ۱۸۰) پر ''ثم یاتی بقبر الشریف فیتقبل الجدارة ویستدبر القبلة علی اربعة اذرع عن السارعة التی عند راس القبر وما من ابی اللیث ان یقف مستقبل القبلة مردود بما روی ابو حنیفة فی مسنده عن ابن عمر قال من السنة ان یاتی قبر النبی ﷺ من قبل القبلة وتجعل ظهرک الی القبلة وتستقبل وجهک الی القبر الشریف ثم تقول السلام علیک ایها النبی ورحمة الله وبرکاته''

پھر قبر شریف کے پاس آئے اس کی طرف منہ کرے قبلہ کی طرف پشت کرے اور سر مبارک سے چار گز کے فاصلے

پر کھڑا ہو اور جو روایت فقیہہ ابو اللیث سے کی جاتی ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کرے اور قبر کی طرف پشت کرے یہ قول مردود ہے کیونکہ روایت کی امام ابوحنیفہ نے اپنی مسند میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا سنت یہ ہے کہ آئے قبر نبی ﷺ پر کہ منہ کرے قبر شریف کی طرف اور اپنی پشت قبلہ کی طرف کرے اور کہے اے نبی آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں۔

پھر (ص ۱۸۱) پر ہے ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَيْرَ خَلْقِ اللهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خِيرَ اللهِ مِنْ جَمِيعِ خَلْقِهِ،

وَيَسْأَلُ اللهَ تَعَالَى حَاجَتَهُ مُتَوَسِّلًا إِلَى اللهِ تعالى بِحَضْرَةِ نَبِيِّهِ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ -. وَأَعْظَمُ الْمَسَائِلِ وَأَهَمُّهَا سُؤَالُ حُسْنِ الْخَاتِمَةِ وَالرِّضْوَانِ وَالْمَغْفِرَةِ، ثُمَّ يَسْأَلُ النَّبِيَّ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - الشَّفَاعَةَ فَيَقُولُ. يَا رَسُولَ اللهِ أَسْأَلُكَ الشَّفَاعَةَ، يَا رَسُولَ اللهِ أَسْأَلُكَ الشَّفَاعَةَ وَأَتَوَسَّلُ بِكَ إِلَى اللهِ فِي أَنْ أَمُوتَ مُسْلِمًا عَلَى مِلَّتِكَ وَسُنَّتِكَ،

وَلْيُبَلِّغْ سَلَامَ مَنْ أَوْصَاهُ بِتَبْلِيغِ سَلَامِهِ فَيَقُولُ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ مِنْ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ يُسَلِّمُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ. يُرْوَى أَنَّ عُمَرَ ابْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ - رَحِمَهُ اللهُ - كَانَ يُوصِي بِذَلِكَ وَيُرْسِلُ الْبَرِيدَ مِنَ الشَّامِ إِلَى الْمَدِينَةِ الشَّرِيفَةِ بِذَلِكَ ثم يسلم على ابی بكر رضی اللہ عنہ ثم يسلم على عمر رضی اللہ عنہ''

پھر کہے سلام ہو تجھ پر اے ساری مخلوق سے بہتر سب اول و آخر سے بہتر پھر اللہ سے اپنی حاجت کا سوال کرے حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ بنائے پھر سوال کرے نبی کریم ﷺ سے شفاعت کا پھر کہے یا رسول اللہ ﷺ میں آپ سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں اور وسیلہ بناتا ہوں آپ کو اللہ کی طرف کہ میں اسلام پر مروں۔ اور آپ کی سنت پر پھر اس شخص کا سلام پہنچائے جس نے اس کو یہ کہا ہو اور کہے یا رسول اللہ فلاں بن فلاں کی طرف سے آپ پر سلام ہو۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز سے روایت کی گئی ہے کہ آپ ایسا کرنے کی وصیت کرتے تھے اور شام سے مدینہ طیبہ کی طرف اسی لئے آدمی بھیجا کرتے تھے۔ پھر سلام کہے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر۔

(۴) علامہ ابن عابدین مشہور بہ علامہ شامی۔ (شامی ج ۳ ص ۲۵۹) پر فرماتے ہیں۔

''فقد افاد في الضرر المنتقى انه خلاف الاجماع و اما ما نسب الى امام الاشعرى امام اهل السنة والجماعة نسب من انكار نبوتها بعد الموت فهو افتراء و بهتان والمصرح به فى كتبه و كتب اصحابه خلاف ما نسب اليه بعض اعدائه لان الانبياء علیہم السلام احياء فى قبورهم''

کتاب ضرار المنتقی میں نص ہے اس امر پر کہ رسول کریم ﷺ موت کے بعد اپنی رسالت پر ہیں حقیقۃً اور اس نص کو تسلیم نہ کرنا اجماع کے خلاف ہے اور اما م اہل السنت والجماعت امام اشعری ؒ کی طرف جس بات کی نسبت ان کے دشمنوں نے کی ہے کہ وہ بعد موت مجازی نبوت کے قائل ہیں یہ سراسر بہتان اور افتراء ہے کیونکہ اپنی کتابوں اور ان کے ساتھیوں کی کتابوں میں رسالت حقیقی بعد موت کی تصریح موجود ہے، کہ انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور زندگی حقیقی ہے نہ کہ مجازی۔

(۵) (نور الایضاح مع شرح مراقی الفلاح و مع طحطاوی ص ۴۳۲) پر ہے۔

''ثم تنحض متوجها إلى القبر الشريف فتقف أربعة أذرع بعيدا عن المقصورة الشريفة بغاية الأدب مستدبرا القبلة محاذيا لرأس النبي صلى الله عليه وسلم و وجهه الأكرم ملاحظا نظره السعيد عليك وسماعه كلامك ورده عليك سلامك وتأمينه على دعائك وتقول: السلام عليك يا سيدي يا رسول الله السلام عليك يا نبي الله السلام عليك يا حبيب الله السلام عليك يا نبي الرحمة السلام عليك يا شفيع الأمة

السلام علیك یا سید المرسلین السلام علیك یا خاتم النبیین''

پھر تم کھڑے ہو منہ قبر شریف کی طرف کر کے چار گز کے فاصلے پر نہایت ادب سے پشت قبلہ کی طرف پر حضور ﷺ کے سر مبارک کے سامنے یوں کہ جیسے حضور ﷺ کی نظر مبارک تم پر پڑ رہی ہے، تمہاری بات سنتے ہیں جواب دیتے ہیں اور تمہاری دعا پر آمین کہتے ہیں اور تو کہے سلام ہو آپ پر اے میرے سردار، اے اللہ کے رسول ﷺ، سلام ہو آپ پر اے اللہ کے نبی، سلام ہو آپ پر اے اللہ کے حبیب، سلام ہو آپ پر اے نبی رحمت، سلام ہو آپ پر اے شفیع امت، سلام ہو آپ پر اے رسولوں کے سردار، سلام ہو آپ پر اے خاتم النبیین۔

باقی وہی عبارت ہے جو نقل کر چکا ہوں، تفصیل دیکھنی ہو تو نورالایضاح وشرح مراقی الفلاح دیکھ لیجئے، مفصل عبارت الاختیار شرح مختار کی نقل کر دی گئی ہے۔

فقہائے احناف کا عقیدہ فقہ حنفیہ کی کتب متون، شروح اور فتاویٰ سے پیش کر دیا گیا ہے۔ پندرہ سو سال سے یہ عقیدہ چلا آ رہا ہے۔ پوری امت محمدیہ اسی عقیدہ پر عامل رہی دنیا بھر کے مسلمان اپنے رسول مقبول ﷺ کی عظمت اور محبت کے جذبہ کے ساتھ زیارت گنبد خضراء کی تڑپ لے کر جاتے ہیں اور زیارت رسول سے دل کی پیاس بجھاتے ہیں مگر یہ ملحد ٹولہ اس کو شرک وکفر کہتا ہے جیسا کہ نیلوی دیانندی نے اپنی پوتھی (ندائے حق کے ص ۲۸۳، ۲۹۸، ۳۱۸) پر یوں لکھا ہے کہ:

''پھر صاحب تسکین کے متعلق کیا فتویٰ ہے جو اس شرک کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں اور فرماتے ہیں وہاں قبر پر جا کر مندرجہ بالا پکار کرو، حضور ﷺ سے دعا کراؤ حضور ﷺ سے سفارش کرواؤ اور دوسروں کا نام لے کر کہو کہ فلاں ابن فلاں آپ کو سلام کہتا ہے پھر صرف حضور ﷺ کو نہ پکارو بلکہ ان کے ساتھی ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کو بھی پکارو اور پکار پکار کر کہو اے ابا بکر اے عمر تم بھی حضور ﷺ کو ہماری بات کہو کہ ہماری سفارش کریں اور ہمارے حق میں اللہ سے دعا مانگیں کہ ہماری کوشش کو قبول فرمائے اور ہمیں اپنے دین پر رکھے اور دین پر مارے اور اسی زمرے میں ہمیں اٹھائے پھر کہے ''الشفاعة الشفاعة الشفاعة یارسول اللہ'' وغیرہ وغیرہ، بتاؤ ان کو مشرک کہیں یا نہ۔''

یہ دل کا اندھا پوچھتا ہے صاحب تسکین کو مشرک کہیں یا نہ کہیں، یہ پوچھنے کی کیا ضرورت ہے صاف کیوں نہیں کہتا کہ صاحب تسکین مشرک ہے اور اس کا یہ پوچھنا اور یہ کہنا صرف صاحب تسکین تک محدود نہیں بلکہ یہ تو اعلان کر رہا ہے کہ تمام فقہائے احناف مشرک ہیں۔

صاحب مختار مشرک ہے، فتاویٰ عالمگیری لکھنے والے پانچ سو علماء احناف مشرک ہیں، علامہ شامی مشرک ہیں، صاحب فتح القدیر مشرک ہے، صاحب نورالایضاح مشرک ہے، کوئی مؤحد ہے تو صرف یہ ندائے حق کی پوتھی لکھنے والا یا اس کی پارٹی کے چند ہیچ میرز برخود غلط ملا اور بس اور لطف یہ کہ یہ سب سب کچھ کہنے کے بعد یہ موحد صاحب حنفی بھی ہیں۔ بے تکی ہانکنے کا فن کوئی ان حضرات سے ہی سیکھے دنیا میں ایسے نابغہ روزگار اور کہاں مل سکیں گے۔

اس مجہول کو اتنی بھی تمیز نہیں کہ اس مسئلہ کا تعلق سماع سے ہے یا شرک سے احناف تو سماع کا عقیدہ رکھتے ہیں اس لئے ان کا اہل برزخ سے کلام کرنا کوئی انوکھی بات نہیں مگر آپ کا مردود عقیدہ حیات انبیاء کا نہیں اس لئے تمام فقہائے احناف کو اس پر کاری ضرب لگی ہے، لہٰذا آپ کو دعا کرانے سے کیا مطلب؟ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ ساری امت محمدیہ ﷺ اسلام سے دستبردار ہو کر آپ کی ہمنوا بن جائے آپ کو اس دعاء سے چڑ ہے تو آپ بڑی خوشی

سے یہ دعا کیا کریں کہ خدایا مجھے دین اسلام پر نہ زندہ رکھ نہ موت دے، اور مجھے رسول کریم ﷺ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کے زمرے میں ہرگز نہ اٹھانا خدا کرے آپ کی دعا قبول ہو۔

خوب جان لو کہ نیلوی اینڈ پارٹی نے ذات اقدس محمد رسول اللہ ﷺ فداہ ابی وامی ونفسی ومالی کو بت سمجھا اسی طرح صدیق رضی اللہ عنہ وفاروق رضی اللہ عنہ کو بھی بت سمجھا ان تینوں مقدس ہستیوں کو السلام علیکم کہنا ان سے دعا کرانا نیلوی کے نزدیک ایسا ہی ہے جیسا بتوں سے دعا کرنا اسی وجہ سے اس نے دعا کرانے کو شرک کہا اور کہنے والا مشرک ہوا کیونکہ وہ بتوں سے دعا کرارہا ہے۔ مبارک ہو تمہیں یہ اسلام اور یہ توحید۔

مولوی عبدالعزیز شجاع آبادی نے اپنی کتاب (دعوۃ الانصاف ص ۳۴، ۳۵) پر لکھا ہے کہ ہمارے شجاع آباد میں ایک مکان پر شاہ صاحب (عنایت اللہ گجراتی) اور واعظ سعید توحید کے موضوع پر خطاب کررہے تھے کہا بت نہیں سنتے خدا سنتا ہے اور بت عام ہیں خدا کے بنائے ہوئے جیسے حضور اکرم ﷺ یا انسان کے بنائے ہوئے جیسے لات منات کی مورتی شاہ صاحب (عنایت اللہ) نے کہا یہ نوجوان میری کمی پوری کرے گا، یعنی عنایت اللہ نے کہا کہ تو ہین رسول میں جو کمی مجھ سے رہ گئی ہے یہ جوان وہ کمی پوری کردے گا۔

فقہائے حنبلیہ کی تحقیق

(۱) شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ مکی حنبلی متوفی ۹۸۲ھ کی کتاب (حسن التوسل فی زیارۃ افضل الرسل ص ۱۱۳) پر ہے۔

''ملاحظا انہ رسول کسائر الانبیاء فی قبرہ یراہ ویجب لہ من الاحترام مالہ قبل موتہ وعند عدم رفع الصوت بحضرتہ فانہ ﷺ یسمعہ واسر، ویراہ وان بعد'' ترجمہ: وقت حاضری روضہ اطہر پر یہ تصور کرے کہ نبی کریم ﷺ مثل تمام انبیاء کے اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور اسے دیکھ رہے ہیں اور حضور ﷺ کا وہی احترام واجب ہے، جو حضور ﷺ کی دنیوی زندگی میں تھا اور اسی ادب میں ہے کہ آواز پست رہے، حضور ﷺ کے پاس، کیونکہ آپ سن رہے ہیں اور اسے دیکھ رہے ہیں۔ اگرچہ وہ دور بھی ہو۔

(۲) ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ اپنی کتاب (مغنی ابن قدامہ ج ۳ ص ۵۸۸) پر لکھتے ہیں۔

''عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ قال ما من احد یسلم علیَّ عند قبری الا ردَّ اللہ علیَّ روحی حتی ارد علیہ سلاماً'' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نے فرمایا کہ جو شخص میری قبر پر مجھ پر سلام بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر بھیجتا ہے کہ میں اس کے سلام کا جواب دوں۔

(۳) علامہ حسن بن عبدالحسن المشہور بابن عذبہ اپنی کتاب (روضۃ البہیہ ص ۱۳، ۱۴) پر لکھتے ہیں: ''ان رسالۃ نبینا و کل نبی ھل تبقی بعد موتھم وھل یصح ان یقال کل منھم الآن حقیقۃ ام لا، قال ابو حنیفۃ انہ رسول الآن حقیقۃ وقالت الکرامیۃ لا، وقال الشیخ عبد الحق فی شرحہ علی الصحیح وھو ﷺ بعد موتہ باق علیٰ رسالتہ ونبوتہ حقیقۃ کما یبقی وصف الایمان للمؤمن بعد موتہ وذالک الوصف باق للروح والجسد معا لان الجسد لا تاکلہ الارض، ونقل السبکی فی طبقاتہ عن ابن فورک انہ ﷺ حتی فی قبرہ رسول الی الابد حقیقتا لا مجازا۔ قال بن عقیل من الحنابلۃ ھو ﷺ حی فی قبرہ یصلی باذان واقامۃ فی اوقات للصلوٰۃ''

سوال تھا کہ کیا ہمارے نبی ﷺ اور ہر نبی کی رسالت ان کی موت کے بعد حقیقی طور پر باقی رہتی ہے یا نہیں؟ تو

اس کے جواب میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وہ حقیقتاً نبی ورسول ہیں اور کرامیہ کہتے ہیں کہ حقیقی رسول نہیں ہیں شیخ عبدالحق اسفرائنی شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی نبوت آپ کی موت کے بعد بھی حقیقی طور پر باقی ہے۔

جیسا کہ مومن کا ایمان اس کی موت کے بعد باقی رہتا ہے اور رسالت کے یہ وصف روح اور بدن دونوں کے لئے ہوتا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا جسد مبارک محفوظ اور زندہ ہے امام سبکی نے طبقات الشافعیہ میں ابن فورک سے نقل کیا ہے کہ: حضور اکرم ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور ابد تک حقیقی نبی ہیں مجازی نہیں۔ اور ابن عقیل حنبلی نے فرمایا حضور ﷺ قبر مبارک میں زندہ ہیں اور اوقات نماز میں اذان واقامت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔

فقہائے شافعیہ کی شہادت

(۱) حافظ الحدیث شیخ احمد بن محمد قسطلانی (ارشاد الساری شرح بخاری ج ۶ ص ۲۸۱) پر فرماتے ہیں۔

"الذی نفسی بیدہ لا یذیقک اللہ موتتین ابدا۔ ومرادہ الرد علی عمر رضی اللہ عنہ حیث قال ان اللہ یبعثہ حتی یقطع ایدی رجالا وارجلھم لانہ لو صح ماقالہ لزم ان یموت موتتا اخری فاشار الی انہ اکرم علی اللہ من ان لجمع الیہ موتتین کما جمعھا الی غیرہ کالذی مر علی قریۃ أوبھا یحیی في قبرہ ثم لا یموت۔ واللہ لا یجمع اللہ علیک موتتین قبل ھما علی حقیقۃ وقیل لا یرادہ لا یموت موتۃ اخری فی غیرہ اویحیی ثم یسئل ثم یموت"۔ ترجمہ: امام قسطلانی شرح بخاری میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اس قول کی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دو موتیں نہیں دے گا شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ حضور ﷺ کو دوبارہ زندہ کرے گا اس کی تردید مقصود ہے کیونکہ دنیا میں اگر دوبارہ زندگی ملے تو پھر دوبارہ موت بھی آئے گی جیسا کہ حضرت عزیر کو دو موتیں ہوئیں۔ کیونکہ حضور ﷺ اللہ کے ہاں بہت مکرم ہیں ان کو دو موتیں نہیں آئیں گی یا دو موتوں سے مراد یہ ہے کہ ایک موت دنیا کی جو آچکی اور ایک موت قبر کی جو نہیں آئے گی مگر نبی کریم ﷺ کو قبر میں جب حیات ملے گی تو دائمی ہوگی پھر موت نہیں آئے گی دو مرتبہ جمع نہیں ہوگی۔

(۲) حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ (انوار محمود ج ۱ ص ۲۵۱) پر فرماتے ہیں: "قولہ ان اللہ حرم علی الارض اجساد الانبیاء ای من ان تاکلھا بان الانبیاء فی قبورھم احیاء۔ قال الغزالی فی الاحیاء حیاۃ الانبیاء حیاۃ جسمانیۃ" نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے اجساد زمین پر حرام کر دیئے ہیں یعنی وہ نہیں کھائے گی۔ کیونکہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں امام غزالی نے احیاء میں فرمایا کہ انبیاء کی زندگی حیات جسمانی ہے۔

(۳) محدث احمد بن عبدالرحمن مصری شارح مسند امام احمد (بلوغ الامانی ج ۶ ص ۱۲) پر فرماتے ہیں۔

"وفیھا ان النبی ﷺ حی فی قبرہ فان الارض لا تاکل اجساد الانبیاء والاحادیث فی ذالک کثیرۃ" ان احادیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور زمین پر حرام ہے کہ انبیاء کے وجود کو کھائے اور اس بارہ میں احادیث کثیر ہیں۔

(۴) (بلوغ الامانی ج ۶ ص ۱۲) پر ہے: "احتج القائلون بانھا مندوبۃ بقولہ تعالٰی ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول.. الخ۔ ووجہ الاستدلال بھا انہ حی فی قبرہ بعد موتہ کما فی حدیث الانبیاء احیاء فی قبورھم وصحح البیھقی والف فی ذالک جزاء قال الاستاذ ابو المنصور

البغدادی۔ قال المتکلمون المحققون من اصحابنا ان نبینا حی حتی بعد وفاته واذا ثبت حیّ فی قبر کان المجئی الیه بعد الموت کالمجئی الیه قبله''

جو لوگ (زیارت قبر نبی کے) مندوب ہونے کے قائل ہیں ان کی دلیل یہ آیت کریمہ ہے کہ اگر یہ لوگ گناہ کریں اور آپ کے پاس حاضر ہو کر توبہ کریں اور آپ ان کی سفارش کریں تو اللہ ضرور معاف فرمائے گا۔

دلیل کی بنیاد یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں جیسا کہ حدیث ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں تو آپ کے پاس اب بھی جانا ایسا ہے جیسا وفات سے پہلے بیہقی نے اس حدیث کو صحیح کہا اور اس بارے میں ایک رسالہ لکھا۔ استاد ابو المنصور بغدادی کہتے ہیں کہ ہم اہل سنت کے متکلمین محققین کا عقیدہ یہ ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ وفات کے بعد زندہ ہیں اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ آپ ﷺ قبر میں زندہ ہیں تو جو شخص حضور ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی زیارت کو آئے گا وہ بالکل ایسا ہے جیسا کہ آپ ﷺ کی وفات سے پہلے آپ کی زیارت کو آنے والا ہے۔

فقہائے مالکیہ کا عقیدہ

(۱) حافظ محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی۔ (زرقانی علی المواہب ج ۸ ص ۳۰۴، ۳۱۱) پر فرماتے ہیں۔

''فیجب الادب معه کما فی حیاته اذ هو حتی فی قبره یصلی فی اذان واقامة ویکثر من الصلوة بحضرة الشریفة حیث یسمعه ویرد الیه والزائر ان المراد بالعندیة قریب القبر بحیث یصدق علیه عرفا انه عنده بالبعد معرا ه ورد ان رد السلام علی المسلم لا یختص به ﷺ صاحب برد النبی ﷺ حقیقی بالروح والجسد معا ولا کذالک الرد من غیر الانبیاء'' حضور ﷺ کے روضہ اطہر کی زیارت کرنے والے کو واجب ہے کہ ایسا ادب کرے جیسا کہ حضور ﷺ کی حیات میں لازم ہے کیونکہ اب بھی قبر میں زندہ ہیں اور اذان واقامت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور بوقت حاضری درود کی کثرت کرے کیونکہ حضور سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں اور قریب سے مراد قبر شریف کے اتنا قریب ہو جسے عرف عام میں قریب کہا جاتا ہے اسی طرح بعد سے بھی بعد عرفی مراد ہے۔ یہ وہم نہ کرے کہ سلام کا جواب ہر مسلمان میت کے لئے آتا ہے تو انبیاء کی خصوصیت کیا ہوئی۔ میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ نبی کریم ﷺ کا جواب حقیقی ہے روح اور بدن دونوں کی طرف سے اور غیر نبی میں یہ بات نہیں۔

(۲) علامہ محمد بن علی شوکانی رحمۃ اللہ۔ (نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۴۸) پر فرماتے ہیں۔

''وقد ثبت فی حدیث ان الانبیاء احیاء فی قبورهم رواه المنذری وصحح البیهقی ان النبی ﷺ قال مررت بموسیٰ اسری بی عند کثیب احمر وهو قائم یصلی فی قبره'' حدیث میں ثابت ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اس کو منذری نے روایت کیا اور بیہقی نے اس کو صحیح قرار دیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا معراج کی رات میں موسیٰ کے پاس سے گزرا وہ کثیب احمر کے پاس کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

شافعی، حنبلی، مالکی فقہائے نے حیات انبیاء کے متعلق جو عقیدہ پیش کیا ہے اس کی سند کے طور پر ہر سہ فقہی مکاتب فکر کے اجل فقہا کی عبارات پیش کرنے سے غرض یہ ہے کہ یہ چاروں فقہی مکاتب فکر اہل السنت والجماعت ہی کہلاتے ہیں ہمارے ہاں کا ملحد گروہ اپنے آپ کو شافعی، مالکی یا حنبلی نہیں کہلاتا، ہاں اپنے آپ کو حنفی ضرور ظاہر کرتے

ہیں۔اس تفصیل سے یہ ظاہر ہو گیا کہ اہل السنت والجماعت کے ہر فقہی مکتب فکر کا یہی عقیدہ ہے کہ انبیاء زندہ ہیں اور یہ ملحد گروہ دہائی دے رہا ہے کہ نہیں وہ مر گئے لہٰذا ثابت ہوا کہ ان کا اہل السنت والجماعت سے کوئی تعلق نہیں۔

ایک حدیث کی بحث

حضور اکرم ﷺ کی یہ مشہور حدیث ہے کہ ''من صلّی علیّ عند قبری سمعته'' جن نے میری قبر کے پاس آ کر سلام پڑھا وہ میں خود سنتا ہوں۔

یہ منکرین حدیث کا ٹولہ کبھی کہتا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے کبھی اسے موضوع قرار دیتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ ان محدثین کرام کے نام بطور سند پیش کئے جائیں جو اہل فن شمار ہوتے ہیں اور جنہوں نے اس حدیث کی تصدیق کی اور صحیح اور بہ سند جید فرمایا ان کے نام یہ ہیں۔۱۔امام محدث بیہقی، ۲۔امام محدث طبرانی، ۳۔علامہ ابن تیمیہ، ۴۔امام ابن قیم، ۵۔امام سیوطی، ۶۔علامہ ابن عقیل، ۷۔محدیث عقیلی، ۸۔علامہ سخاوی، ۹۔محدث ابو بکر بن شیبہ، ۱۰۔محدث خطیب بغدادی، ۱۱۔محدث ابن حبان، ۱۲۔محدث اب الشیخ، ۱۳۔محدث قاضی عیاض، ۱۴۔محدث زرقانی، ۱۵۔محدث ابن حجر عسقلانی، ۱۶۔محدث ابوالحسن، ۱۷۔استاد الکل مولانا حسین احمد دیوبندی، ۱۸۔محدث قاضی نور محمد، ۱۹۔علامہ نجم الدین، ۲۰۔امام ولی الدین تبریزی، ۲۱۔محدث علامہ علی القاری۔(رحمہم اللہ)

یہ اکیس اہل فن محدثین اس حدیث کو صحیح قرار دیتے ہیں۔مگر ہمارے یہ کڑی مچی کے دیسی محدث کہتے ہیں۔میں نہ مانوں ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سب بقول ان کے ''رحمتلے'' ہیں اور ان بے چاروں کو اللہ کی رحمت سے چڑ ہے کیونکہ اللہ کا غضب ہی ان کی منزل مقصود ہے۔

ایک اور حدیث سے یہ لوگ بہت زیادہ بدکتے ہیں اور وہ ہے حدیث اکثار الصلوۃ بروز جمعہ۔علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری شرح بخاری کتاب الدعوات وکتاب الانبیاء میں حضرت اوس بن اوس کی اس روایت کا یوں تذکرہ فرمایا ہے۔

''ورد الامر باکثار الصلوۃ علیه یوم الجمعة من حدیث اوس بن اوس وهو عند احمد ابی داؤد صححه ابن حبان قال ابن حجر فی حدیث صحیح کما تقدم'' جمعہ کے دن کثرت سے درود پڑھنے کا حکم بزبان رسول ﷺ صادر ہوا۔حدیث اوس بن اوس میں۔اور وہ حدیث صحیح ہے امام احمد، امام ابوداؤد کے نزدیک ابن حبان نے اس کو صحیح کہا، امام ابن حجر نے فرمایا یہ حدیث صحیح ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

امام ذہبی جو جرح وتعدیل کے امام ہیں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اوس بن اوس کی علی شرط البخاری ہے اور ابن حجر فرماتے ہیں کہ ''صححه ابن خزیمة وابن حبان والدار قطنی والنووی فی الاذکار'' حدیث اوس بن اوس کو روایت کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خود حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے، اور حضرت ابوداؤد نے حتی کہ اکثار صلوۃ کی حدیثیں تواتر معنوی سے ثابت ہیں اور اس حدیث کو حسب ذیل محدثین کبار نے بیان کیا اور اپنی کتابوں میں درج فرمایا:

۱۔محدث کبیر علامہ انور شاہ کاشمیری، ۲۔امام احمد بن حنبل، ۳۔ابن خزیمہ، ۴۔ابن حبان، ۵۔شیخ عبدالحق

محدث دہلوی، ۶۔ علامہ شوکانی، ۷۔ محدث طیبی، ۸۔ علامہ علی القاری، ۹۔ محدث سمہودی، ۱۰۔ علامہ ابن تیمیہ، ۱۱۔ امام ذہبی، ۱۲۔ حافظ الدنیا محدث ابن حجر عسقلانی، ۱۳۔ محدث بدرالدین عینی حنفی، ۱۴۔ امام سخاوی، ۱۵۔ محدث ومفسر ابن کثیر، ۱۶۔ محدث دارقطنی، ۱۷۔ امام نووی، ۱۸۔ امام ابوداؤد، ۱۹۔ امام نسائی، ۲۰۔ محدث ابن قیم، (رحمہم اللہ)

اتنے محدثین جو علم حدیث میں جبال الراسیات کے مقابلے اب کسی ملحد کے لئے کہاں گنجائش ہے کہ اس کے متعلق بے مغز خرافات زبان پر لائے۔ اور اگر کوئی کودن یہ حرکت کر ہی بیٹھے تو کوئی مسلمان اس کی بات پر کان کیوں دھرے۔ کیونکہ جن کی قسمت میں عداوت وتوہین رسول ﷺ ہی لکھی گئی ہو وہ باز کب آسکتے ہیں۔

ایک جہالت مآب برخود غلط مولوی نے یہ بیخ لگائی ہے اس حدیث میں عبدالرحمن بن یزید ایک راوی ہے جو ضعیف ہے۔ اس سے کوئی پوچھے کہ جب اکثار صلوۃ کی حدیثیں تواتر تک پہنچ چکی ہیں تو ضعف کا سوال کہاں باقی رہا مگر ان بے نصیبوں کو نہ حدیث سے کوئی واسطہ ہے نہ جرح وتعدیل کے فن سے کوئی تعلق نہ علمائے جرح وتعدیل پر اعتماد ہے مگر بے چارے معذور ہیں کیونکہ جب رسول ﷺ پر اعتماد نہیں تو حدیث رسول ﷺ پر اعتماد کیسے ہوسکتا ہے۔ البتہ یہ بھی ایک فن کے امام ضرور ہیں۔ کہ اگر اپنے من گھڑت عقیدے کے مطابق کوئی بات مل جائے تو وہ صحیح اور سچی، خواہ اہل فن کے نزدیک اس کا کوئی مقام نہ ہو، اور جو ان کے ایجاد بندہ قسم کے عقیدے کے خلاف پڑے وہ ضعیف بھی ہے موضوع بھی ہے اور جھوٹی بھی ہے خواہ دنیا بھر کے محدثین اسے صحیح اور متواتر ہی کیوں نہ تسلیم کریں۔ ان کا مبلغ علم بس اتنا ہے کہ پرائمری مدرسہ سے بھاگا اور شیخ القرآن بن گیا۔ اب اس گروہ کے تمام شیوخ سن لیں کہ جو عبدالرحمن بن یزید ضعیف راوی ہے وہ ہے عبدالرحمن بن یزید بن تمیم۔ اور اس حدیث میں جو عبدالرحمن راوی ہے وہ ہے عبدالرحمن بن یزید بن جابر مگر آپ معذور ہیں عبدالرحمن اور ضعیف دو لفظ آپ کے سامنے آگئے خوشی سے، پھولے نہیں سمائے کہ اکثار صلوۃ سے جان چھڑانے کا بہانہ مل گیا۔ اگر علم سے کچھ لگاؤ ہوتا تو تہذیب التہذیب اور لسان المیزان ہی دیکھ لیتے اور اگر تحقیق اور صداقت سے تعلق ہوتا تو اپنی جہالت کو پردہ اخفا میں رکھ کر کسی پڑھے لکھے آدمی سے ان کتابوں کا ضروری حصہ پڑھوا کر سن ہی لیتے اور اگر کچھ بھی نہ کر سکتے تو عقل سے کام لیا ہوتا کہ اگر ایسا ضعیف راوی اس حدیث کی سند میں موجود ہوتا تو اتنے بڑے اہل فن محدثین اس کو قبول کیسے کرتے مگر آپ معذور ہیں کہ آپ کا یہ خانہ بھی خالی ہے۔ مگر جب آپ توحیدی ہیں تو آپ کا اصول یہ ہے کہ نہ خدا کی سنو نہ رسول کی صرف ہماری سنو لہذا ایہی رٹ لگائے رکھو۔۔۔

حیات انبیاء اور اکثار صلوۃ پر متواتر احادیث دال اور وارد ہیں چنانچہ فتاویٰ الکبریٰ فقیہ علامہ ابن حجر مکی ج ۵ ص ۱۳۵ بقدر ضرورت۔

''سئل عن حدیث احمد وابی داؤد وبیھقی ما من احد یسلم علی۔۔۔ رد اللہ الی روحی حتی ارد علیہ السلام ما الجواب عنہ مع الاجماع علی حیات الانبیاء کما تواترت الاخبار بہ''

ترجمہ: علامہ ابن حجر مکی سے اس حدیث کے متعلق پوچھا گیا کہ جب کوئی آدمی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو مجھ پر لوٹا دیتا ہے اور میں سلام کا جواب دیتا ہوں۔ فرمایا جواب تو ہے۔ کیونکہ حیات انبیاء پر پوری امت کا اجماع ہے جیسا کہ متواتر احادیث سے ثابت ہے۔

اس سے دو امور ثابت ہوئے اوّل احادیث رسول متواترہ سے حیات انبیاء ثابت ہے۔

''دوم یہ کہ اس پر اجماع امت ہے اور اجماع ایک مستقل دلیل ہے جو کافی ووافی ہے اس شخص کے لئے جو اس امت کا فرد ہے ہاں جس کا تعلق امت محمد یہ سے نہیں اس کے لئے اجماع امت بے معنی چیز ہے اسی طرح افراد امت کے لئے تواتر بھی دلیل بدیہی اولیٰ ہے اگر آدمی تواتر کا انکار کرنے پر اتر آئے تو وہ قیامت، جنت دوزخ، حتیٰ کہ رسالت حضور انور ﷺ کا بھی انکار کر سکتا ہے، یہ ملحد ٹولہ جو تواتر کا انکار کر چکا ہے اس نے آخر رسالت کا بھی انکار کر دینا ہے۔اس سے ہوشیار رہو۔

۲: اسی طرح (زرقانی ج ۵ ص ۳۳۴)''حیاۃ النبی ﷺ فی قبرہ ھو وسائر الانبیاء معلومۃ عندنا علما قطعیا قام عندنا من الادلۃ فی ذالک وتواترت الاخباریۃ'' ترجمہ: نبی کریم ﷺ اور تمام انبیاء کی قبروں میں زندگی ہمارے نزدیک قطعی اور یقینی ہے اور اس حیات پر دلائل قطعیہ قائم ہیں۔اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔''

معلوم ہوا کہ حیات انبیاء علم قطعی سے ثابت ہے اور یہ علم قطعی دلائل قطعیہ سے حاصل ہوا اور متواتر احادیث سے حاصل ہوا۔

۳: علامہ سیوطی نے انباء الاذکیاء فی حیات الانبیاء کے شروع میں لکھا ہے کہ حیات انبیاء علیہم السلام متواتر احادیث سے ثابت ہوا۔

۴: مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ حیات النبی ﷺ کی ابتداء میں لکھا ہے کہ حیات انبیاء متواتر احادیث سے ثابت ہے۔مگر تواتر ایک بدیہی دلیل بھی اس شخص کے لئے ہے جو امت محمد یہ کا فرد ہو، امت سے خارج آدمی کے لئے تواتر کا کوئی مقام ہی نہیں۔

اجماع برحیات انبیاء

علامہ ابن حجر مکی کے فتاویٰ الکبریٰ کا اقتباس گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے اس کے علاوہ اس مسئلہ پر امت کے اجماع کے سلسلے میں چند ثبوت پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ القول البدیع علامہ سخاوی شاگرد رشید حافظ الدین علامہ ابن حجر عسقلانی ص ۱۶۷) پر لکھتے ہیں۔

''السادس: رسول اللہ حی علی الدوام یؤخذ من ھذہ الاحادیث انہ ﷺ حی علی الدوام الی ان قال ونحن نؤمن ونصدق بانہ ﷺ حی یرزق فی قبرہ وان جسدہ الشریف لا تأکلہ الارض والاجماع علی ذالک۔'' چھٹی بات یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ ہمیشہ کے لئے زندہ ہیں یہ امر ان احادیث سے لیا جاتا اور سمجھا جاتا ہے۔اور ہم ایمان رکھتے ہیں اور تصدیق کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کریم قبر میں زندہ ہیں، قبر میں آپ کو رزق دیا جاتا ہے، اور آپ کے جسم مبارک کو زمین نہیں کھاتی۔اور اس پر امت کا اجماع ہے۔''

۲: نور الایمان بزیارت آثار حبیب الرحمن) مولانا عبدالحکیم لکھنوی، والد ماجد مولانا عبدالحیٔ لکھنوی ص ۱۶ پر فرماتے ہیں کہ حیات انبیاء علیہم الصلوۃ پر پوری امت کا اتفاق و اجماع ہے۔

۳۔ مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۴۴۷ اور اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۶۱۷ میں ہے کہ ''حیات انبیاء متفق علیہ است ہیچ کس را دروے اختلاف نیست حیات جسمانی دنیوی نہ حیات روحانی معنوی۔

ترجمہ: حیات انبیاء پر امت کا اتفاق ہے اس میں کسی ایک فرد کا بھی اختلاف نہیں حیات بھی حیات انبیاء پر امت کا اتفاق ہے اس میں کسی ایک فرد کا بھی اختلاف نہیں حیات جسمانی دنیوی نہ کہ روحانی معنوی۔"

(۴) مظاہر حق ج ۱ ص ۴۵۶

"حدیث کا کا حاصل یہ ہے کہ زندہ ہیں انبیاء قبروں میں یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کسی کو اس میں اختلاف نہیں ہے۔

(۵) جذب القلوب ص ۱۸۶۔

"بدانکہ تمام اہل سنت والجماعت اعتقاد دارند بہ ثبوت ادراکات مثل علم وسمع وبصر وسائر امورات از احاد بشر خصوصا انبیاء علیہم السلام وقطع میکنم بعود حیات ہر میت را در قبر چنانکہ دراحادیث ورود یافتہ است"۔

ترجمہ: خوب جان لو کہ تمام اہل السنت والجماعت اعتقاد رکھتے ہیں ساتھ ثبوت ادراکات اور تمام امور مثلا میت کو علم ہونا، سننا، دیکھنا، اور تمام امور ایک عام آدمی کے لئے ثابت ہیں بالخصوص انبیاء کرام کے لئے اور ہم یقین رکھتے ہیں قبر میں ہر میت کے لئے حیات کے لوٹائے جانے پر جیسا کہ احادیث میں وارد ہے۔

ان تمام اقتباسات کا حاصل یہ ہے کہ اہل السنت والجماعت کا عقیدہ واتفاق اور اجماع حیات پر ثابت ہے ہاں عین غین پارٹی جو اہل سنت سے خارج ہے اس اجماعی عقیدہ سے اختلاف رکھتی ہے۔

علامہ خفاجی نے اس عقیدہ کے متعلق اپنی مشہور کتاب (نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض ج ۳ ص ۳۹۴) پر فرمایا۔

"فمن المعتقد المعتمد انه ﷺ حی فی قبره كسائر الانبياء فی قبورهم والحق مع الجمهور"

ترجمہ: اور معتمد علیہ عقیدہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ قبر میں زندہ ہیں جیسا کہ دوسرے انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور حق ہمیشہ جمہور کے ساتھ ہوتا ہے۔

(فیض الباری ج ۳ ص ۱۸۴) پر یہی اصول بیان کیا گیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جمہور کے ساتھ ہمیشہ حق ہوتا ہے جس کو حق کی تلاش ہو وہ جمہور امت سواد اعظم اور جمہور علمائے امت کا دامن تھام لے۔

اس مسئلے کے دوسرے پہلو یعنی اجماع کی مخالفت کے متعلق علامہ ابن تیمیہ نے وضاحت فرمائی ہے۔

(طریق الوصول الی علم الماموں ص ۱۰)۔"فكل مسئلة يقطع فيها بالاجماع وبانتفاع المنازعة من المومنين فانها كما بين الله فيه الهدى ومخالف مثل هذا الاجماع يكفر كما مخالف النص البين" ترجمہ: ہر وہ مسئلہ جس پر یقینی طور پر امت کا اجماع ہو جائے اور کسی مومن ذی علم کا اختلاف نہ ہو تو اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت بند ہوتی ہے تو ایسے اجماع کا مخالف کافر ہے جیسا کہ نص قرآنی کا منکر کافر ہے۔

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہوا کہ۔

۱۔ جمہور علماء اہل سنت کا اقرار ہے کہ حیات انبیاء کی حدیثیں متواتر ہیں۔

۲۔ اکابر علماء اہل سنت کا اقرار کہ حیات انبیاء پر پوری امت محمدیہ کا اجماع ہے کسی کا اس میں اختلاف نہیں ہے سب کا اتفاق ہے۔

۳۔ اکابر علماء اہل سنت کا اقرار کہ انہی متواتر احادیث اور اجماع کی وجہ سے پوری امت کا عقیدہ یہی ہے کہ حضرات انبیاء قبروں میں زندہ ہیں۔

۴۔ ان اقرارات کی وجہ سے اکابرین علمائے امت کا فتویٰ یہ ہے کہ منکر اجماع کافر ہے۔ مگر اس کے باوجود عین غین پارٹی کا ڈنکے کی چوٹ سے اعلان ہے کہ وہ اس اجماعی مسئلہ کے منکر ہیں اور لطف یہ کہ پھر بھی اپنے آپ کو اہل السنت اور مسلمان سمجھتے ہیں اور دوسروں کو ایسا سمجھنے پر مجبور بھی کرتے ہیں۔

اعلان

اب کسی ملحد زندیق میں ہمت ہے یا اس کو اپنے قول کا پاس ہے یا اس کی دلیل میں جان ہے یا اس کے مذہب اور عقیدہ میں صداقت ہے تو ان اقراروں سے ثابت کرے کہ:

۱۔ اکابر علماء اہل السنت کا اقرار پیش کرے کہ متواتر حدیثیں دلالت کرتی ہیں کہ انبیاء قبروں میں مردہ بے جان پڑے ہیں نہ سنتے ہیں نہ جواب دیتے ہیں۔

۲۔ اکابر علماء اہل السنت کا اقرار پیش کرے کہ تمام علمائے امت کا اور تمام امت کا اجماع ہے کہ نبی کریم ﷺ وقت حاضری نہ تو صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں نہ جواب دیتے ہیں۔

۳۔ اکابر علماء اہل السنت کا اقرار پیش کرے کہ تمام امت کا عقیدہ یہی ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام بعد موت نہ سنتے نہ صلوۃ وسلام کا جواب دیتے ہیں۔

۴۔ یہ فتویٰ بھی پیش کریں کہ اس پر اجماع ہے کہ انبیاء علیہم السلام نہ سنتے ہیں نہ سلام کا جواب دیتے ہیں اور اس اجماع کا مخالف کافر ہے۔

متواتر احادیث اور اجماع امت پیش کرنا تو دور کی بات ہے میں کہتا ہوں چلو ایک حدیث صحیح پیش کر دو کہ نبی کریم نہ سنتے ہیں نہ صلوۃ وسلام کا جواب دیتے ہیں اور جو یہ عقیدہ رکھے وہ مشرک اور کافر ہے یا یہ دکھا دے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہو کہ میری موت کے بعد میری قبر پر صلوۃ وسلام نہ پڑھنا میں نہ سنوں گا نہ جواب دوں گا۔ اور اگر تم نے یہ عقیدہ رکھا یا اس عقیدہ سے صلوۃ وسلام پڑھا تو مشرک کافر ہو جاؤ گے۔

چلئے کوئی حدیث نہیں پیش کر سکتے نہ کر سکو گے" ولو کان بعضکم لبعض ظہیرا ھاتو ابر ھانکم ان کنتم صادقین " قیامت آجائے گی مگر اس مردود عقیدہ انکار حیات اپر ایک حدیث پیش نہیں کر سکو گے۔ تو مفسرین میں سے کسی مفسر کا قول یا محدثین میں سے کسی محدث کا قول یا فقہاء میں سے کسی فقیہ کا قول یا متکلمین میں سے کسی متکلم کا قول یا عارفین میں سے کسی عارف باللہ کا قول ہی پیش کر دو۔ یہ صراحت ہو کہ میری قبر پر صلوۃ وسلام پڑھنا شرک ہے میں دیکھ لوں گا کون مائی کا لال پیش کرتا ہے کوئی کور باطن یہ تو کرے گا کہ حدیث پر طعن کرے۔ حدیث کو ضعیف یا جھوٹا کہے۔ مگر ضعیف سے ضعیف حدیث بھی اپنے ملعون عقیدہ کی سند میں پیش نہیں کر سکے گا۔ یوں تو منہ چڑانے کے لئے تو ایک دہریہ بھی خدا کا انکار کرنے کے لئے اول فول بک دیتا ہے اور سمجھتا یہ ہے کہ میں دلائل پیش کر رہا ہوں۔ مگر یہ لوگ بس اپنا قول پیش کر کے دوسروں سے منواتے ہیں اور فعل رسول کو خود ٹھکراتے ہیں اور دوسروں کو بھی رسول ﷺ سے قطع تعلق کی دعوت دیتے ہیں اور اس حرکت کا نام رکھتے ہیں اشاعت توحید وسنت عقیدہ حیات انبیاء کے حق میں متواتر احادیث، اجماع امت اور اقوال ائمہ اربعہ آپ نے پڑھ لئے۔ مگر دیدہ دلیری ملاحظہ ہو کہ

یہ مجددین شرک، کفر گر، ملحدین کا ٹولہ اسی اجماعی عقیدہ کو کفر وشرک کہتا ہے جیسا کہ نیلوی کی کتاب ندائے حق سے عبارت پیش کر چکا ہوں اور واعظ سعید کی تقریر کا حوالہ گزر چکا ہے کہ جو شخص اسی بات کا قائل ہو کہ نبی کریم ﷺ وقت حاضری روضہ اطہر صلوۃ وسلام سنتے ہیں وہ مشرک کافر ہے اور جو اسے کافر نہ سمجھے وہ بھی کافر ہے اور جو اسے فروعی مسئلہ سمجھے وہ بھی کافر ہے یہ ہے ان کی توحید اس ٹولے کا ایک اور فرد اللہ بخش موچی اپنی کتاب (اربعین کے ص ۲۸) پر لکھتا ہے ''بعد از موت سماع اور رؤیت انبیاء کا عقیدہ دراصل یہودیوں کی ایجاد ہے۔''

پھر ص ۴۲ پر لکھتا ہے ''چونکہ نبی کریم ﷺ نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ میری امت بھی یہود ونصاریٰ کی طرح عقائد واعمال میں گمراہ ہوگی''۔

پھر اسی صفحہ پر لکھتا ہے ''نبی علیہ اسلام کا پختہ فیصلہ ہے کہ جس قبر کی پوجا کی جائے چاہے نبی کی ہو یا غیر نبی کی بمنزلہ بت کے ہے جیسے بت نہیں سنتا نہ جواب دیتا ہے نہ دیکھتا ہے اسی طرح قبر میں مدفون بزرگ نہ سنتے ہیں نہ جواب دیتے ہیں۔

ان کے پیرو مرشد عنایت اللہ شاہ گجراتی کے نزدیک روضہ اطہر پر صلوۃ وسلام پڑھنے والا اور سماع موتی کا قائل ابوجہل کا کنبہ ہے۔ یہ بھی خوب کہی کیا ابوجہل سماع موتی کا قائل تھا؟ اگر نہیں اور واقعی نہیں تو ابوجہل کا کنبہ تو وہ ہوا جو سماع موتی کا منکر ہو لہٰذا آپ اور آپ کی پوری پارٹی ابوجہل کا کنبہ ہوئے اور یہ بات آپ کو جچتی بھی ہے کیونکہ ابوجہل بھی قریشی تھا اور آپ بھی قریشی ہیں۔ لہٰذا آپ کے دونوں سلسلے یعنی نسبتی اور اعتقادی ابوجہل ہی سے ملتے ہیں۔

اور آپ کا چیلہ اللہ بخش امت محمدیہ کو یہودی کہتا ہے۔ البتہ اس نے اپنے قول کی جو وضاحت کی تو بات کھل گئی۔ اس نے کہا کہ امت محمدیہ کے بعض افراد مراد ہیں۔ اب بات بنی وہ بعض کون ہیں وہی جن کی خو بو، روش یہود سے ملتی ہے چنانچہ یہود کی خاصیت انبیاء کی توہین کرنا اور انبیاء کو قتل کرنا ہے۔ ان میں سے پہلی بات یعنی توہین انبیاء میں آپ کی پارٹی یہودیوں سے کسی طرح کم نہیں، رہا انبیاء کا قتل کرنا تو اس میں آپ مجبور ہیں اگر نبی کریم ﷺ اسی عالم آب وگل میں موجود ہوتے تو تم لوگ حضور ﷺ کو قتل کرنے سے بھی نہ چوکتے (معاذ اللہ) لہٰذا اللہ بخش کے بعض افراد سے مراد آپ لوگ ہی ہیں جو مسلمان کا لیبل لگا کر انبیاء کی توہین کرنا اپنا وظیفہ حیات سمجھتے ہیں۔ گجراتی پیر خوب جانتا تھا کہ صاف لفظوں میں نبی کریم ﷺ کی توہین اس اسلامی ملک میں بھلا کون سن سکے گا اس لئے یہ راہ نکالی کہ نبی مر گئے، مٹ گئے، خاک ہو گئے، نہ سنتے ہیں نہ بولتے ہیں۔ نہ ان کو کوئی علم ہے لہٰذا جو ایسا عقیدہ رکھے وہ مشرک کافر ہے حیرت ہے کہ چودہ سو سال میں کسی مفسر، اصولی، فقیہہ اور مجتہد اور کسی مورخ اور عارف باللہ نے یہ نہ سمجھا کہ سماع موتی کا قائل مشرک ہے اور کافر ہے یعنی اتنے طویل عرصے میں کسی کو کفر واسلام میں تمیز کرنے کی توفیق نہ ہوئی یہ نکتہ سوجھا تو چودہ سو برس کے بعد ایک خود ساختہ شیخ القرآن، کو کسی ایک نیلوی پیلوی اور گجراتی کو کیا ذہن رسا پایا ہے چودہ صدیوں میں پھیلی ہوئی پوری امت محمدیہ کو جو کافر مشرک یا یہودی سمجھتا ہے وہ خود ایسا ملحد ہے کہ اس کے ملعون ہونے میں شبہ نہیں کیا جا سکتا اور قرآن کو بھی سمجھا تو چودہ سو سال بعد ان بزرجمہروں نے سمجھا نہ مفسرین کی عظیم جماعت سمجھی قرآن سمجھے تو یہ بناسپتی شیخ القرآن ہی سمجھے سچ کہا کہنے والے نے کہ۔

تنگ برما راہگذار دین شدہ ہر لیئے راز دار دین شدہ

نیلوی اینڈ کمپنی کا نبوت ورسالت سے انکار

نیلوی صاحب نے اپنی کتاب (ندائے حق طبع جدید کے ص ۴۰۸، ۵۶۱) پر لکھا ہے۔

۱۔ یہ بات تو ثابت و محقق ہو چکی ہے کہ رسالت و نبوت دراصل روح کی صفت ہے (نہ جسد عنصری مع الروح کی)

۲۔ نبوت و رسالت اور ایمان دراصل روح کی صفتیں ہیں۔ اور روح ہمیشہ رہتی ہے جو بدن کی موت کے بعد اصلاً تغیر پذیر نہیں ہوتی۔ ص ۴۰۹ پر لکھتے ہیں کہ:

اور ندائے حق طبع جدید ص ۴۰۰ پر عنوان قائم کرتے ہیں ''انسان کس چیز کا نام ہے'' اس کے تحت فرماتے ہیں۔

۳۔ ''صاحب تسکین سے بھی یہ بات مخفی نہ ہوگی کہ انسان اس گوشت پوست ہڈیوں پٹھوں اور خون وغیرہ کا نام نہیں اور نہ ہی اس ڈھانچہ کا نام ہے جو ہمیں نظر آتا ہے۔''

نیلوی صاحب کے ان دعاوی کا تجزیہ کرنے سے ان کا اصل عقیدہ واضح طور پر سامنے آجاتا ہے۔ مثلاً:

۱۔ نبوت، رسالت، ایمان ایسی صفتیں ہیں کہ قائم بالغیر ہیں نہ بنفسہٖ اور یہ صفتیں موصوف زندہ کو چاہتی ہیں۔ اگر ان کا موصوف زندہ نہ رہا تو یہ صفات اس سے سلب ہو جائیں گی۔

۲۔ نبوت، رسالت اور ایمان صفتیں روح کی ہیں نہ تنہا جسد عنصری کی نہ جسد مع الروح کی۔ یعنی نبوت ورسالت و ایمان کا جسد عنصری کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ لہٰذا جسد و بدن انسانی کا نبوت ورسالت سے کوئی واسطہ نہیں۔

۳۔ بدن انسانی متغیر ہو جاتا ہے اس بنا پر نبوت و رسالت اور ایمان، بدن کی صفتیں نہیں ہو سکتیں، صرف روح مجرد کی صفات ہیں جو اصلاً تغیر پذیر نہیں ہوتیں۔

۴۔ بدن انسانی جو ظاہر نظر آتا ہے یہ انسان نہیں، لہٰذا یہ اولاد آدم بھی نہیں یعنی نیلوی صاحب جو نظر آتے ہیں یہ انسان نہیں۔ پھر کیا ہیں اس ڈھانچہ کا بھی تو کوئی نام بتایا ہوتا اور جب بدن عنصری تو نبی و رسول کہاں ہوگا۔ حالانکہ اہل حق کے نزدیک نبی اور رسول کی تعریف یہ ہے کہ۔ ''ھو الانسان مبعوث الی الخلق لتبلیغ الاحکام'' یعنی نبی ایک انسان ہوتا ہے جو تبلیغ احکام کے لئے مبعوث ہوتا ہے۔ اگر یہ بدن انسان نہیں اور نبوت و رسالت روح کی صفت ہے تو کیا اللہ تعالیٰ انبیاء کی روحوں کو مخلوق کی روحوں کی طرف مبعوث کرتا رہا۔ اور انبیاء روحوں کو تبلیغ کرتے رہے اور روح ہی ایمان بھی لاتے رہے اور عمل بھی کرتے رہے۔

چونکہ یہ تینوں صفتیں روح کی ہوئیں اور جناب نے ساتھ ہی یہ قانون بھی بیان فرما دیا کہ جس چیز میں تغیر و تبدل ہوا اس کے ساتھ نبوت رسالت اور ایمان کا کوئی تعلق نہیں اب بتائیے کہ حضرات انبیاء کے ابدان مقدسہ جب آپ کے نزدیک نبوت و رسالت تو کیا ایمان سے بھی خالی ہوئے اور ایمان کے مقابل کفر ہے تو حضرات انبیاء کے ابدان کے متعلق آپ کا کیا فتویٰ ہے، فتویٰ تو خیر آپ دے چکے ہیں مگر واضح الفاظ میں کہہ دیجئے تا کہ لوگوں پر آپ کے ایمان بالرسالت کی حقیقت واضح ہو جائے۔

پھر یہ ہے کہ جب ایمان سے خالی ہوئے تو عمل سے بطریق اولیٰ خالی ہوئے ظاہر ہے کہ جب کوئی بدن ایمان سے خالی ہے تو یقیناً اسے عذاب ہوگا۔

دوسرا فتویٰ یہ دیجئے انبیاء کے ابدان کے متعلق عذاب کے سلسلے میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ اور روح اگر

بدن کے اندر ہے تو اسے بھی عذاب تو ہوگا۔ ہاں اگر آپ کا خیال ہے کہ عذاب نہ روح کو ہوتا ہے نہ بدن کو تو یہ ضروریات دین کا انکار ہے اور صریح کفر ہے اور اگر بدن کے عذاب کا انکار کرو تو ماننا پڑے گا کہ بدن مکلف ہی نہ تھا۔ بدن کو غیر مکلف کہنا بھی ضروریات دین کا انکار ہے جو صاف کفر ہے۔ اور اگر مکلف ہے تو عذاب سے کیسے بچ سکتا ہے۔ اور آپ تو بدن کو غیر مکلف بھی کہہ گئے ہیں۔ جیسا کہ (ندائے حق ص ۴۲)

''نیز انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ صاحب عقل اور صاحب ادراک ہو اور ظاہر ہے کہ بدن میں ادراک عقلی مفقود ہے اس سے یہی ثابت ہوا کہ بدن انسان کا مغائر ہے۔'' جناب نیلوی صاحب! ذرا اتنا تو بتائیے کہ یہ ندائے حق کی پوتھی آپ کے بدن کے ہاتھوں نے لکھی ہے تو بغیر ادراک عقل اور سمجھ کے لکھی ہے، واقعی حقیقت تو ایسی معلوم ہوتی ہے، آپ کے بدن میں نہ ادراک ہے نہ عقل نہ فہم تو یہ کتاب لازماً کسی پاگل کی تحریر ہے، مبارک ہو۔

ہاں تو نیلوی صاحب! اپنے چیلے چانٹوں کے ساتھ سر جوڑ کر بیٹھئے اور بتائیے کہ جب نبوت، رسالت اور ایمان صفت روح کی ہوئی، بدن تو نبوت رسالت اور ایمان سے خالی ہوا تو نبی اور رسول کون تھے۔ اور کس کو تبلیغ کرتے رہے کیا روزہ روح نے رکھا، جہاد روح نے کیا، روح نے تلوار اٹھائی، روح شہید ہوا پھر آپ کے نزدیک نبی اور رسول وہ چیز ہے جو کسی نے دیکھی نہیں۔ نہ نبی کی کلام کسی نے سنی تو یہ صحابہ کرام کی جماعت کہاں سے آ گئی، واقعی آپ نے جب یہ کہا کہ صحابی کا قول و فعل حجت نہیں تو اسی بنا پر کہا جب کسی نے رسول کو دیکھا ہی نہیں تو صحابی کیسے بن گیا جب صحابی بننا ممکن نہ رہا تو صحابی کا قول و فعل حجت کیسے بن گیا؟ واقعی تم لوگ معذور ہو۔

مسلمان قوم جن لوگوں کو صحابی کہتی ہے انہوں تو زبان رسول سے قرآن بھی سنا اور احکام بھی اور زبان کیا ہے؟ بدن انسانی کا ایک حصہ ہے اور آپ کے نزدیک نبوت و رسالت بدن کی صفت ہی نہیں، اب ذرا اپنے قریبی ماحول پر نگاہ کیجئے قرآن آپ لوگوں نے کس سے پڑھا، حدیث کہاں سے لی، دین کس سے لیا۔ آپ کے مذہب میں تو نہ کسی نے رسول کو دیکھا (کیونکہ رسالت صفت روح کی ہے) نہ کوئی صحابی ہوا نہ کسی نے رسول سے قرآن پڑھا نہ سنا، نہ حدیث پڑھی نہ سنی نہ رسول نے نماز پڑھائی نہ جہاد کیا پھر بدن میں جب ادراک نہیں عقل نہیں سمجھ نہیں تو آپ نے جو کچھ سیکھا پڑھا کسی دیوانے اور پاگل سے پڑھا اور سب سرمایہ بھی کسی غیر رسول سے آیا اب بتائیے تمہارا ایمان بالرسالت کیا ہوا، تم مسلمان کس قماش کے ہو، تم نے حضرات انبیاء کے بدنوں کو نبوت رسالت اور ایمان سے خالی تسلیم کیا اور ابدان انبیاء کو معذب ثابت کیا، کیا پھر مسلمان کہلانے میں تمہیں شرم محسوس نہیں ہوتی، توحیدیو! تم تو رسالت و نبوت کے کھلم کھلا منکر ہو، مگر جب تم اپنے قول کے مطابق انسان ہی نہیں ہو تو تم سے کسی معقول بات کی توقع ہی کب ہو سکتی ہے۔

آپ سے پہلے کرامیہ کی جماعت گزر چکی ہے جس نے یہ عقیدہ ایجاد کیا کہ بعد موت حضرات انبیاء حکمی نبی ہوتے ہیں حقیقی نہیں لہٰذا کلمہ حکایت ہوگا حقیقت نہیں یعنی کلمہ ہوگا ''لا الہ الا اللہ کان محمد رسول اللہ'' یعنی محمد رسول اللہ دنیا میں حقیقی رسول تھے برزخ میں نہیں۔ آپ تو کرامیہ سے بھی دو قدم آگے نکل گئے حقیقی اور حکمی کی بحث ہی ختم ہی کر دی اور کہا کہ جسد رسول تو نبوت و رسالت اور ایمان سے بھی خالی ہے۔

کرامیہ نے ستم بالائے ستم یہ کیا کہ اپنے ایجاد کردہ عقیدے کی نسبت امام ابوالحسن اشعری کی طرف کر دی۔ حالانکہ یہ سراسر افتراء اور بہتان ہے چنانچہ ''تبیین کذب المفتری الی ما نسب الی ابو الحسن الاشعری'' میں

اس کی تفصیل دی گئی ہے اور فتاویٰ سبکی میں بھی اس پر بحث کی گئی ہے یہ دونوں کتابیں ہمارے کتب خانے میں موجود ہیں ان کے علاوہ تمام فقہا بھی اس پر بحث کرتے ہیں مثلاً (بحر الرائق ج ۸ ص ۱۸۱) میں ہے ''ورسالۃ الرسل لا تبطل بموتھم علیھم الصلوۃ والسلام'' یعنی رسولوں کی رسالت ان کی موت سے باطل نہیں ہوتی''

معلوم ہوا کہ رسول وہ تھے جن پر موت آئی اور جن پر موت آئی ان کی رسالت موت سے باطل نہیں ہوئی؛ جیسے وہ دنیا میں رسول تھے اسی طرح وہ برزخ میں بھی رسول ہیں۔ کیوں نیلوی صاحب! کہاں گیا آپ کا قانون؟ مگر آپ بڑی آسانی سے کہہ دیں کہ یہ تو لے بٹھلے اپنے پاس رکھو۔ چلئے قرآن پاک پر تو آپ ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں خواہ وہ کڑئی مچی کا ہی ہو۔ اس لئے قرآن کی ان آیات کیا جواب ہوگا۔

۱۔ ''یاایھاالرسول بلغ ماانزل الیک من ربک'' اے رسول تبلیغ کر اس چیز کی جو تجھ پر خدا کی طرف سے نازل کی گئی۔

۲۔ ''یاایھاالنبی انا ارسلنک شاھدا و مبشرا و نذیرا و داعیا الی اللہ'' اے نبی ہم نے آپ کو رسول بنا کر جنت کی خوشخبری دینے والا دوزخ سے ڈرانے والا اور اللہ کی طرف بلانے والا بنا کر بھیجا۔

۳۔ ''محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم'' محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت اور مومنوں کے لئے نرم دل ہیں۔

۴۔ یاایھاالنبی قل لازواجک وبنتک'' اے نبی اپنی بیویوں اور بیٹیوں سے فرما دیجئے۔

۵۔ ''یاایھاالنبی انا احللنالک ازواجک التی اتیت اجورھن و ماملکت یمینک'' اے نبی ہم نے آپ پر آپ کی بیویاں حلال کی ہیں جن کو آپ نے مہر ادا کیا ہے اور وہ عورتیں بھی حلال ہیں جن کے آپ کے ہاتھ مالک ہوئے۔

۶۔ ''ماکان لکم ان تؤذوا رسول اللہ ولا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدا'' اور یہ تمہارے لائق نہیں کہ تم اللہ کے رسول کو ایذا دو۔ نہ یہ کہ نکاح کرو رسول کریم ﷺ کی بیویوں سے ان کی موت کے بعد کبھی۔

۷۔ ''یانساء النبی لستن کاحد من النساء'' اے نبی کی بیویو! تم باقی عورتوں کی طرح نہیں ہو۔

نیلوی صاحب کو فرصت ملے تو ان آیات پر غور فرما کر جواب دیں کہ۔

۱۔ ایھا النبی اور ایھا الرسول کا خطاب روح سے ہے یا جسد مع الروح سے؟ اگر روح سے خطاب ہے جو بقول آپ کے نبوت اور رسالت کی صفت سے متصف ہے تو کیا روح کو تبلیغ احکام کا فریضہ سونپا جا رہا ہے؟ جنت کی خوشخبری دینے والا اور دوزخ سے ڈرانے والا روح تھا یا بدن؟ اللہ کی طرف بلانے والا روح تھا یا بدن؟ زبان روح کی تھی یا بدن کی؟ ان احکام کی تعمیل اور تبلیغ روح رسول نے کی یا بدن بھی شامل تھا؟ اگر بدن کا کوئی حصہ نہیں تو بدن تو آپ کے اصول کے مطابق نافرمان ہی رہا (معاذ اللہ) ''والذین معہ'' جن کے متعلق کہا گیا ہے وہ روح رسول کے ساتھ تھے یا بدن رسول کے ساتھ؟

ازواج نبی، روح نبی کی بیویاں تھیں یا جسد مع الروح کی؟ اور بنات رسول بھی روح رسول کی بیٹیاں تھیں؟ کیا رواح میں بھی شادی بیاہ توالد و تناسل کا سلسلہ ہوتا ہے؟ روح نبی نے مہر ادا کئے یا جسد مع الروح نے؟ ازواج مطہرات کا جو خاوند تھا وہی نبی اور رسول ﷺ تھا اور وہ بدن تھا؟ دنیا میں بالذات مکلف ہی بدن ہے لہٰذا قرآن میں جس قدر خطاب ہے وہ بالذات بدن کو ہے روح کو بالتبع ہے۔ حضرات انبیاء کے روح اور بدن دونوں دنیا میں نبی تھے اگر دنیا میں مکلف بالذات

روح بدن تھا برزخ میں نبی رسول روح اور بدن دونوں ہیں مگر برزخ میں مکلف بالذات ہے بدن بالتبع ہے، چونکہ برزخ میں روح بدن کی صورت اختیار کرلیتا ہے اور بدن روح کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔ دیکھو فیض الباری شرح بخاری۔

۲۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے احکام کی تبلیغ کیسے کی؟ آپ کا عقیدہ یہ ہے کہ بدن انسان نہیں ہے اور رسول کے سامنے تو ابدان مع الروح ہی تھے انہی کو تبلیغ کی وہ صحابی بنے۔ مگر آپ کے عقیدہ کے مطابق تو نبی کریم ﷺ نے انسانوں کو تبلیغ ہی نہیں کی۔ ہاں اگر آپ کے پاس کوئی شواہد ہوں کہ نبی کریم ﷺ صرف ارواح کو تبلیغ کرتے رہے تو شاید بات بن جائے ورنہ ظاہر ہے کہ بقول آپ کے نبی کریم ﷺ کو تبلیغ کا حکم ملا اور آپ ﷺ نے معاذ اللہ حکم کی تعمیل مطلق نہیں کی۔

پھر ازواج نبی ﷺ اور بیٹیاں بدن تھے یا صرف روح تو کیا نبی کریم ﷺ ارواح ہی سے نکاح کرتے رہے اور ارواح ہی سے بیٹیاں پیدا ہوتی رہیں۔

۳۔ یہ اشداء علی الکفار اور رحماء بینھم'' ارواح ہی تھے یا ابدان بھی تھے؟ اگر آپ کا عقیدہ صحیح ہے کہ نبوت صفت روح کی ہے اور یہ بدن کا ڈھانچہ انسان نہیں تو پوری اسلامی تاریخ الف لیلیٰ یا فسانہ آزادی بن کے رہ گئی۔ مگر یہ باتیں وہ وسچے جو انسان ہو اور وہ لکھے جو انسان ہو آپ چونکہ بقول اپنے انسان ہی نہیں ہیں بھلا آپ کیوں سوچتے اور کیوں لکھتے۔

امام ابوالحسن اشعری پر افتراء کے جواب میں

''فقد افادنی ورد المنتقی انه خلاف الاجماع قلت واما ما نسب الی امام الاشعری امام اهل السنة والجماعة من انکار نبوتها بعد الموت فهو افتراء وبهتان المصرح به وفی کتبه وکتب اصحابه خلاف ما نسب الیه بعض اعدائه لان الانبیاء علیہم السلام احیاء فی قبورهم۔ (شامی ج ۳ ص ۲۵۹)

ترجمہ: کتاب فتاویٰ ورد منتقی میں صاف نص ہے کہ رسول کریم ﷺ کی موت کے بعد آپ کو حقیقی رسول نہ ماننا خلاف اجماع امت ہے میں کہتا ہوں کہ امام اہل السنت امام اشعری رحمہ اللہ کی طرف یہ منسوب ہے کہ بعد موت نبوت کے وہ منکر ہیں تو یہ سراسر بہتان ہے افتراء ہے کیونکہ ان کی اور ان کے شاگردوں کی کتابوں میں صراحت موجود ہے کہ بعد موت نبی کی نبوت و رسالت اپنی حقیقت پر موجود ہوتی ہے نہ کہ مجازی۔

انبیاء کو مردہ کہنا دراصل عیسائیت کی تبلیغ ہے جو یہ ملحد ٹولہ کر رہا ہے عیسائی کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں محمد رسول اللہ ﷺ مر گئے۔ (معاذ اللہ) زندہ نبی کو چھوڑ کر مردہ سے کیا مطلب؟ یہی کام یہ نیلوی پارٹی کئے چلی جا رہی ہے۔ توہین صلحاء کی بنیاد پر بڑے بڑے فرقے وجود میں آئے مگر اس عین غین پارٹی سے بدتر کوئی فرقہ پیدا نہیں ہوا۔ توہین انبیاء میں یہ یہودیوں سے بھی بازی لے گئے ہیں۔

سابقہ انبیاء کا اپنی حقیقی نبوت و رسالت پر ہونے کی شہادت خود قرآن دیتا ہے: ''تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض'' اور ''لا نفرق بین احد من رسله'' یعنی ہم نے بعض رسولوں کو بعض پر فضیلت دی۔ اور ہم کسی ایک رسول کے درمیان تفریق نہیں کرتے۔ کہ بعض کو مانیں بعض کو نہ مانیں۔

گزشتہ رسولوں کو قرآن نے رسول فرمایا کہ وہ اپنی حقیقی رسالت پر قائم ہیں ہم کہتے ہیں قرآن کریم کی نصوص سے واضح اور ثابت ہے کہ روح اور جسم دونوں نبی اور رسول ہیں۔ دنیوی زندگی اور برزخ میں۔ کیونکہ انبیاء

علیہم السلام قبروں میں زندہ ہوتے ہیں چنانچہ امام سبکی رحمہ اللہ نے طبقات شافعیہ الکبریٰ میں فرمایا۔

(۱) الانبیاء احیاء فی قبورھم فوصف النبوۃ والرسالۃ باق للروح والجسد معا"

ترجمہ: حضرات انبیاء قبروں میں زندہ ہیں بس وصف نبوت اور رسالت ان کے لئے باقی روح جسم دونوں کے لئے۔

(۲) امام حسن بن عبدالمحسن جو ابن عذبہ سے مشہور ہیں اپنی کتاب (الروضۃ البہیہ ص ۱۳، ۱۴) پر فرماتے ہیں۔"ان الرسالۃ نبینا ﷺ و کل نبی ھل تبقی بعد موتھم؟ ویصح ان یقال کل منھم رسول الآن حقیقۃ ام لا؟قال امام ابو حنیفۃ رحمہ اللہ انہ رسول الآن حقیقۃ وقال الکرامیۃ لا وقال الشیخ عبد الحق فی شرحہ علی الصحیح وھو ﷺ بعد موتہ باق رسالتہ وبنوتہ حقیقۃ کما یبقی وصف الایمان للمؤمنین بعد موتہ وذالک الوصف باق للروح والجسد معا لان الجسد لا تاکلہ الارض ونقل السبکی فی طبقاتہ" ترجمہ: رسالت نبی کریم ﷺ کی روایت کی کہا ان کی موت کے بعد باقی رہتی ہے حقیقۃ روایت صحیح ہے ان کو ہر ایک کو نبی حقیقۃ کہا جائے یا نہ کہا جائے تو جواب دیا کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ رسالت رسول کی اب بھی باقی ہے اور فرقہ کرامیہ نے کہا باقی نہیں حقیقۃ اور شیخ عبدالحق اسفرائنی نے بخاری کی شرح میں فرمایا کہ محمد رسول اللہ ﷺ اپنی نبوت اور رسالت پر باقی ہیں حقیقۃ جس طرح وصف ایمان کی مومن کے لئے باقی رہتی ہے بعد موت کے اس طرح وصف نبوت ورسالت باقی ہے روح اور جسد دونوں کے لئے چونکہ جسد نبی کو زمین نہیں کھاتی اور امام سبکی طبقات الشافعیۃ الکبریٰ میں لکھا اور نقل کیا ہے۔ (دیکھئے طبقات ج ۳ ص ۴۵)

"عن ابن فورک انہ ﷺ حیی فی قبرہ رسولا الی الابد حقیقۃ لا مجازا قال ابن عقیل من الحنابلۃ ھو ﷺ حی فی قبرہ یصلی باذان واقامۃ فی اوقات الصلوۃ"۔ (الروضہ البہیۃ بین لاشاعرۃ والماتریدیہ ص ۱۳، ۱۴)

ترجمہ: ابن فورک سے کہ رسول ﷺ خدا اپنی قبر میں زندہ ہیں اور رسول ہیں حقیقۃ ہمیشہ کے لئے نہ مجازا اور ابن عقیل حنبلی نے کہا رسول خدا قبر میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں اذان اقامت کے ساتھ نماز کے وقتوں میں۔

(۳) کتاب التبصیر امام ابوالمظفر الاسفرائنی جو پانچویں صدی ہجری کے بڑے فاضل تھے انہوں نے اس کتاب تمام عقائد اہل السنت والجماعت بیان فرمائے ہیں اس کے ص ۳۹ پر یہ عقیدہ لکھتے ہیں۔"واخبر انھم یحیون فی قبورھم فقد ورد فی معنی الاحیاء فی القبور مالا یحصی من الآیات والاخبار والآثار"

اور پھر ص ۱۵۹ پر"ولا ینکر ما استفاض فیہ الاخبار ونطقت بہ الآیات من الاحیاء فی القبر الا من ینکر عموم قدرۃ اللہ تعالیٰ ومن انکر عموم قدرۃ اللہ تعالیٰ کان خارجا من زمرۃ اھل الاسلام"

ترجمہ: رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ وہ مردے قبروں میں زندہ کئے جائیں گے اور وارد ہونا معنی حیات میں، یعنی مردوں کو قبروں میں زندہ کرنے میں اتنی حدیثیں اور آثار صحابہ کے جن کا اندازہ کرنا مشکل ہے اور قبور میں زندہ ہونے کے متعلق مستفیض احادیث اور آیات قرآن وارد ہوئیں جن کا انکار وہ شخص کرے گا جو باری تعالیٰ کی عام قدرت کا منکر ہوگا اور جس نے عموم قدرت باری کا انکار کیا وہ اسلام کی جماعت سے خارج ہے۔

امام ابوالمظفر الاسفرائنی نے وضاحت فرما دی کہ

ا۔ قبور میں زندہ ہونے کے ثبوت میں لاتعداد آیات قرآنی، احادیث نبوی ﷺ اور آثار صحابہ وارد ہوئے ہیں۔

۲۔قبروں میں مردوں کا زندہ ہونا، سوال وجواب ہونا، کثیر تعداد میں آیات واحادیث وارد ہیں۔

۳۔ان کا انکار وہی کر سکتا ہے جو عموم قدرت باری کا منکر ہو۔

۴۔قدرت باری کا منکر اسلام سے خارج ہے کافر ہے۔

منکرین حیات انبیاء تو سخت خطرے میں ہیں۔ یہ عقیدہ کا مسئلہ ہے جو پورے اہل اسلام کا عقیدہ ہے جب عام آدمی کی زندگی قبر کا انکار زمرہ اہل اسلام سے خارج کر دیتا ہے تو حیات انبیاء کا انکار تو درجہ اولیٰ اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔

مولانا ادریس کاندھلوی نے املائی تقریر بخاری کے درس اور ترمذی کے درس کے دوران فرمایا: ''منکر حیات الانبیاء کافر لان حیاتھم ثبتت بالاجماع والتواتر وکل شئی یثبت بالجماع والتواتر فمنکرہ کافر '' لہٰذا منکر حیات انبیاء کافر ہے پھر فرمایا: ''الایمان بحیاۃ الانبیاء واجب لان حیاتھم ثبتت بالاجماع والتواتر وکل حکم یثبت بالاجماع واتواتر فالایمان بہ واجب لھذا الایمان بحیات الانبیاء واجب''

ترجمہ: حیات انبیاء کا منکر کافر ہے کیونکہ ان کی حیات اجماع امت اور تواتر سے ثابت ہے اور جو شئے اجماع امت اور تواتر سے ثابت ہو اور اس کا منکر کافر ہے لہٰذا منکر حیات انبیاء کافر ہیں۔ حیات انبیاء پر ایمان رکھنا واجب ہے کیونکہ ان کی حیات اجماع اور تواتر سے ثابت ہے اور جو حکم اجماع اور تواتر سے ثابت ہو اس پر ایمان لانا واجب ہے لہٰذا حیات انبیاء پر ایمان لانا واجب ہے۔

آپ پڑھ چکے ہیں کہ ائمہ اربعہ یعنی شافعی، مالکی، حنبلی اور حنفی کا اتفاقی اور اجماعی عقیدہ یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز باجماعت اذان واقامت کے ساتھ نماز کے اوقات میں پڑھتے ہیں، لہٰذا حیات النبی ﷺ کا منکر نہ شافعی ہے نہ مالکی ہے نہ حنبلی ہے اور نہ حنفی ہے نہ دیوبندی ہے لہٰذا وہ اہل السنت والجماعت سے خارج ہے۔

دیوبند کے استاد کل حضرت مولانا حسین احمد مدنی ؒ نے اپنی کتاب (نقش حیات ص ۱۲۲) پر مولوی احمد رضا خان کے رسالہ حسام الحرمین کے رد میں یوں بیان کیا ہے کہ اس نے علماء دیوبند کو وہابی، نجدی عبدالوہاب کے عقیدہ رکھنے والا ظاہر کیا اور فتویٰ علماء حرمین سے لیا تھا۔ فرماتے ہیں۔

''بہر حال اکابر علماء دیوبند کو بھی اس وراثت نبوی سے حصہ ملنا ضروری تھا چنانچہ مل کے رہا اور ایسا کھلا ہوا جھوٹ ان کے خلاف استعمال کیا گیا جس کی نظیر نہیں ملتی اوّلاً اس رسالہ میں ان کو وہابی ظاہر کیا گیا حالانکہ محمد بن عبدالوہاب اور اس کے فرقہ سے ان حضرات کا دور کا بھی تعلق نہ تھا، وہ عقائد واقوال جو اس طائفہ وہابیہ کے مشہور اور مابہ الامتیاز بین اہل السنت وبینھم ان کے خلاف ان حضرات کی تصانیف بھری ہوئی ہیں۔ وہ (وہابی) وفات ظاہری کے بعد حیات انبیاء علیہم السلام کی حیات جسمانی اور بقائے علاقہ بین الجسم والروح کے منکر ہیں اور یہ (دیوبندی) حضرات صرف قائل نہیں بلکہ مثبت بھی ہیں اور بڑے زور شور سے اس پر دلائل قائم کرتے ہوئے متعدد رسائل اس بارہ میں تصنیف فرما چکے ہیں۔ (مثلاً رسالہ آب حیات، ہدیۃ الشیعۃ اور اجوبہ اربعین وغیرہ)

یہ ہے عقیدہ علمائے دیوبند کا اور یہ بہروپیے جو اپنے آپ کو دیوبندی کہتے ہیں وہ اس عقیدہ کو شرک اور کفر قرار دیتے ہیں۔

جسم مثالی

عین غین، طاہر، نیلوی وغیرہ کا ایک عقیدہ تو آپ پڑھ چکے کہ ایمان، نبوت، رسالت روح کی صفات ہیں جسم عنصری کی نہیں۔

دوسرا عقیدہ یہ ہے کہ بعد موت برزخ میں جسم عنصری سے روح کا کسی قسم کا تعلق نہیں رہتا بلکہ جسم عنصری کی بجائے روح کو جسم مثالی دیا جاتا ہے قبر میں سوال و جواب اور عذاب وثواب جسم مثالی کو ہوتا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ جسم مثالی اور صورت مثالیہ میں تمیز کرنے کی ان لوگوں کو توفیق ہی نہیں ملی۔ اہل السنت صور مثالیہ اور جسم تقدیری یعنی جو جسم عنداللہ تقدیر الٰہی میں موجود ہوتا ہے اس کے قائل ہیں۔ اور صورت مثالی شیئے دیدنی ہوتی ہے بودنی نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ برزخ میں بدن مثالی کا عقیدہ دراصل تناسخ کا عقیدہ ہے جو ہندوؤں کا ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ دنیا میں روح جو اوصاف، اخلاق، اعمال افعال کسب کرتا ہے اس کے مطابق اسی روح کو بعد موت اسی قسم کا جسم مل جاتا ہے۔ مثلاً ایک آدمی کے اخلاق کتوں جیسے ہوئے تو جب وہ مرے گا اس کی روح کتے کے جسم میں جائے گی اس کو تناسخ کا عقیدہ کہتے ہیں عین غین پارٹی کے عقیدہ اور ہندوؤں کے عقیدہ میں فرق صرف اتنا ہے کہ ہندو روح کو ایک اور جسم دے کر دنیا میں لاتے ہیں اور یہ پارٹی روح کو جسم مثالی دے کر برزخ میں رکھتی ہے، گویا تناسخ ایک جنس ہوا جس کے یہ دو نوع ہیں ایک تناسخ دنیوی ایک تناسخ برزخی، قدر مشترک یہ ہے کہ ہندو بھی روح کو دوسرا جسم دیتے ہیں اور یہ بھی دوسرے جسم کے قائل ہیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ عذاب وثواب روح کو ہوتا ہے جیسے کسی کی روح بعد موت گدھے یا کتے کے جسم میں داخل ہوئی تو اسے عذاب ہو گیا اور کسی راجہ مہاراجہ کے جسم میں داخل ہوئی تو اسے ثواب مل گیا۔ یہ پارٹی بھی صرف روح کو عذاب وثواب کے قائل ہیں کیونکہ روح کا تعلق جسم عنصری سے بالکل منقطع ہو جانے کے قائل ہیں۔

چہارم: سوال یہ ہے کہ جسم مثالی، جسم عنصری کا مثیل و مثل کس طرح ہے تناسخ کی تفصیل میں بیان ہو چکا ہے کہ دنیا میں روح نے کسی انسان کے بدن میں رہ کر کسی جانور کے عادات اخلاق افعال اعمال کسب کئے تو اسی جانور میں بعد موت روح کو داخل کیا جاتا ہے مگر جسم مثالی نے جسم عنصری کے اخلاق و عادات کسب ہی نہیں کئے تو جسم مثالی، مثل جسم عنصری کے کس طرح ہوا۔ ان دونوں میں تماثل کی صورت پیش کریں، تماثل عام جس پر علم معانی یا ہیئت میں بحث ہوتی ہے وہ تماثل نوعی ہوتا ہے جیسے قرآن کریم میں ارشاد ہے۔ ''قل انما انا بشر مثلکم'' اس میں تماثل نوعی مراد ہے کہ میں بھی نوع انسانی سے ہوں جیسے تم نوع انسانی سے ہو، اب فرمائیں کہ جسم مثالی اور جسم عنصری میں اشتراک کس طرح ہوا جسم عنصری تو آدم کی اولاد اور جسم مثالی ایک فرضی چیز جو تم نے گھڑ لی۔ اگر اہل ہند کفار کا قول مان لیں کہ جسم مثالی نے جسم عنصری جیسے عبادات، معاملات، حرکات و سکنات، اخلاق اعمال کسب کئے ہیں ان میں جسم عنصری کا مثل ہے تو یہ بات غلط ہے جب جسم مثالی دنیا میں آیا ہی نہیں تو عبادات عادات کہاں سے کسب کئے۔ اسی طرح جسم مثالی کو ثواب عذاب قبر دینا، اس سے سوال کا قبر میں قائل ہونا شریعت محمدی پر بہتان ہے جو آپ لوگوں کا ہی حصہ ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے علم کے مطابق کسی کو عذاب نہیں دیتا بلکہ انسان کے عقیدہ اور عمل کے مطابق دیتا ہے جب جسم مثالی دنیا میں دار التکلیف میں آیا ہی نہیں نہ ہی کوئی اس جسم مثالی کی طرف مبعوث ہوا نہ

یہ شرعی احکام کا مکلف ہوا نہ عمل کیا پھر اس کو عذاب دینا صریح ظلم ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے۔ قبر میں سوال ہوتا ہے نبی کے متعلق بھی جیسا "من ربک من نبیک الذی بعث فیکم" تمہارا رب کون ہے، نبی کون ہے، وہ نبی جو تمہاری طرف مبعوث ہوا۔ مشکوۃ میں وہ حدیثیں موجود ہیں اب آپ فرمائیں جسم مثالی کی طرف کونسا نبی مبعوث ہوا۔ تو قبل بعثت نبی کے مکلف ہی نہ ہوا تو سوال کیسا اور عذاب کیسا جب کہ اصول یہ ہے کہ "وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا اور فیقولوا ربنالولا ارسلت الینا رسولا فنتبع ایاتک ونکون من المؤمنین"

ترجمہ: ہم کسی کو عذاب نہیں دیتے جب تک رسول نہ بھیجیں اگر عذاب دیں تو قیامت کو یوں کہیں اے اللہ ہماری طرف رسول کیوں نہ بھیجا یہ ہم آپ کی آیات کا اتباع کرتے اور مومن ہو جاتے۔ اور "ولو انا اھلکنا ھم بعذاب من قبلہ لقالوا ربنالولا ارسلت الینا رسولا فنتبع ایاتک من قبل ان نذل ونخزی"

ترجمہ: اگر آپ کو بھیجنے سے پہلے ہم ان کو عذاب سے ہلاک کر دیتے تو یہ کہتے کہ باری تعالیٰ آپ نے ہماری طرف رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم آپ کی آیات کا اتباع کرتے قبل اس کے کہ ہم ذلیل وخوار ہوتے۔

اب بتایئے جسم مثالی کس مادہ سے پیدا ہوا ملائکہ نور سے جن شیطان آگ سے بقایا مخلوق پانی مٹی سے اور روح تو نور سے بھی الطف ہے جو نفخ سے پیدا ہوتا ہے آپ جسم مثالی کا مادہ پیدائش پیش کریں۔

ششم: جب قبر میں روح کو جسم مثالی ملتا ہے۔ اس سے پہلے وہ زندہ ہوتا ہے یا مردہ اگر مردہ ہوتا ہے تو مدفون ہوتا ہے یا ویسے پڑا رہتا ہے۔ تفصیل سے جواب دیں دلیل سمعی سے اگر جسم مثالی پہلے مردہ ہوتا ہے اور اس روح سے زندہ ہوتا ہے تو اس روح سے جسم مثالی کو زندہ کرنے کی کی ضرورت ہے، اگر جسم عنصری کو جس نے روح کے ساتھ دنیا میں گزارہ کیا اس کو قبر میں نوع حیات بخش دی جائے تو اس میں کیا حرج ہے جب زندہ ہی کرتا ہے تو مثالی کی جگہ عنصری کو کیوں نہ زندہ کیا گیا۔ نیز دوسرے جسم میں روح کو داخل کر کے زندہ کرنا یہی تو کفار ہند کا عقیدہ تناسخ ہے پھر یہ بتائیں کہ مردہ جسم مثالی کا وجود قبل از دخول کہاں تھا کس عالم میں؟ دلیل سمعی سے ثابت کریں۔

اگر جسم مثالی پہلے ہی زندہ تھا۔ تو اس میں کون سی روح تھی کیا وہی تھی جسے جسم مثالی سے نکال کر جسم عنصری میں داخل کیا گیا، یا دو روح تھے جو جسم مثالی میں داخل ہوئے دونوں کو ایک جسم مثالی ملا۔ جواب دلیل شرعی سے دیں، یہ بہانہ پیش نہ کرنا کہ داؤد علیہ السلام کی قوم سور اور بندر بن گئے تھے کیونکہ ان کی شکلیں بگڑ گئی تھیں دنیا میں عبرت کے لئے نہ کہ ان کی روحوں کی کسی غیر جسم میں داخل کیا گیا۔ نیز یہ واقعہ حال کا ہے عام یہ قانون نہیں سزا وقتی دنیوی ہے نہ کہ برزخی۔ اور یہ بھی نہ کہنا کہ دو روح ایک بدن میں عام ہوتے ہیں جیسے بچہ ماں کے پیٹ میں کیونکہ بچہ کا روح بچے کو زندہ رکھتا ہے نہ کہ ماں کو، ماں کو اس کا اپنا روح زندہ رکھتا ہے، مگر جسم مثالی میں ایک جسم میں دو روح آپ نے مان لئے۔

ہفتم: یہ فرمائیں کہ جسم مثالی میں جب نبی کا روح داخل ہوا تو جسم مثالی نبی ہوا یا نہ۔ اگر کہو کہ نبی نہیں ہو جانا چاہیے کہ آپ کا عقیدہ ہے کہ نبوت ورسالت صفت صرف روح کی ہے تو دونوں صورتوں میں اعتراض وارد ہوا کہ جسم غیر نبی اور روح نبی تو نبی ورسول مرکب ہوا نبوت اور غیر نبوت سے۔ تو منطقی نتیجہ ہمیشہ احسن ارذل کے تابع ہوتا ہے لہٰذا دونوں مل کر غیر نبی ہوئے نبوت ورسالت تابع ہو گئی غیر نبی کے، مبارک باد۔ (معاذ اللہ)

اگر جسم مثالی نبی ورسول ہے تو پہلا سوال یہ ہے کہ برزخ میں از سر نو نبی مبعوث کرنے کا کیا فائدہ نبی تو

مبعوث ہوتے ہیں دارالتکلیف میں اور برزخ دارالتکلیف نہیں بلکہ دارالجزاء ہے۔

اور اگر جسم مثالی بھی نبی ﷺ ہے تو اس پر ایمان لانا قطعی فرض ہوگا۔ یہ اصولی حکم ہے کہ بعد توحید مسئلہ نبوت ہی کا ہے۔ اس لئے جسم مثالی کی نبوت و رسالت کا انکار کفر ہوگا۔ لہٰذا (جسم مثالی نبی و رسول ہونے کی دلیل قطعی آیات بینات غیر مؤلات سے پیش کریں۔ مگر وہ دلیل آپ کہاں سے لائیں گے کیونکہ سب سے پہلے جس نے جسم مثالی کی بات کی اس نے اس کی بنیاد کشف پر رکھی جو شرعی دلیل ہی نہیں۔

آپ نے ایک عقیدہ کی بنیاد صرف کشف پر رکھی وہ بھی کشف ولی پر نہ کہ کشف نبی پر، ان حضرات نے جو جسم مثالی کی باتیں کرتے رہے تمام نے اس کی بنیاد کشف پر رکھی، مگر کشف ولی دلیل شرعی نہیں۔

ہشتم: اہل السنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ جس طرح روح نبی اور رسول ہے اسی طرح بدن بھی نبی اور رسول ہے جیسا کہ ہم ثابت کر چکے ہیں۔ اہل السنت کے نزدیک یہ عقیدہ رکھنے والا کہ صرف روح رسول ہے وہ منکر رسالت نبوت ہے اسے منکرین رسالت کے زمرہ میں داخل سمجھتے ہیں، گزشتہ صفحات میں آیات قرآنی کے حوالہ سے واضح کیا ہے رسول جسم مع الروح ہوتا ہے۔ بیویاں بدن کی ہوتی ہیں طعام بدن کھاتا ہے عمل بدن کرتا ہے "کما قال تعالیٰ یا ایھا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا" اور وقالوا ما لھذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق"

کیا روح بازار میں پھرتا تھا، کیا روح طعام کھاتا تھا، بدن کو آپ رسول نہیں سمجھتے ایک اور بات جو سب سے عجیب تر کہ اگر جسم مثالی کو رسول اور نبی مان کر روح اقدس کو اس میں داخل کیا گیا تو ماننا پڑے گا خاتم النبیین تو جسم مثالی ہوا یہ عقیدہ ختم نبوت کے خلاف ہے۔

اس میں ایک اور خرابی یہ ہے کہ یہ ماننا پڑے گا جبکہ جسم مثالی کی شان عزت وعظمت وجلال نبی کریم ﷺ کے جسم عنصری سے اعلیٰ و افضل ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو جسم عنصری سے بدل کر اسے کیوں دی گئی۔ اور یہ بات ہذیان محض اور اقبح من الکفر ہے۔ کوئی مسلمان یہ ماننے کے لئے تیار نہیں۔

ایک اور خرابی یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ اور انبیاء کرام علیہم السلام کو برزخ میں کیا یہ انعام دیا گیا کہ افضل جسم کی جگہ انہیں مفضول جسم دیا گیا۔ عجیب تقسیم ہے، دانت ٹوٹے جسم عنصری کے، سر پھٹا جسم عنصری کا، زخم کھائے جسم عنصری نے، عبادات میں جہاد میں تبلیغ میں تکلیف اٹھائی جسم عنصری نے، انعام کا وقت آیا تو جسم مثالی نے جھولی دھر لی، احمد کی ٹوپی محمود کے سر کا اصول تو اس دنیا میں چلتا ہے جہاں نیلوی جیسی مخلوق کے وارے نیارے ہیں، برزخ میں تو یہ ہیرا پھیری نہیں چلتی۔

کشف اور جسم مثالی

یہ بیان ہو چکا ہے کہ جو لوگ جسم مثالی کے قائل ہوئے اس کی بنیاد صرف کشف پر رکھی ہے اور کشف دلیل شرعی نہیں، چانکہ اس کی بنیاد کشف پر ہے اس لئے اس میں گفتگو کرنا بھی صرف اہل کشف کا کام ہے جن کو نور نبوت سے حصہ ملا، برزخ اور قبر کے حالات یقینی چیز ہے یہ کشف سے معلوم ہوتے ہیں اور کشف کے حصول کی بنا حصول نور نبوت ہے نہ علوم نبوت، علوم نبوت ہر آدمی حاصل کر سکتا ہے مگر نور نبوت صرف اولیاء کاملین کو حاصل ہوتا ہے اس لئے جسم مثالی میں بحث کرنا صرف اولیاء کاملین مکاشفین کا کام ہے جن کے قلوب نور نبوت سے منور ہوں جس کا دل اندھا اور ظلمت سے سیاہ ہے اس کو شرم نہیں آتی کہ اس ملک اور مقام کا نقشہ بیان کرتا ہے جو اس نے دیکھا نہیں عالم

شہادت پر قیاس کر کے اسی انداز سے عالم غیب کے متعلق دلائل پیش کرتا ہے۔

جسم مثالی کی حقیقت سنئے۔ جن صوفیوں کو دھوکا ہوا بس نارسائی کی وجہ سے اور جسم مثالی کے قائل ہو گئے۔ اور وہ اقل قلیل میں "وھم فی ندرۃ المخالف" کے درجہ میں ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ دنیا میں بدن مکلف بالذات ہوتا ہے اور روح بالتبع اور پوشیدہ عالم برزخ میں روح بالذات مکلف ہوتا ہے اور بدن بالتبع اور پوشیدہ ہوتا ہے نیز برزخ میں روح تو بدن کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور بدن روح کی شکل مولانا روم نے مثنوی میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور حضرت انورشاہ کاشمیری نے (فیض الباری ج ۴ ص ۶) پر فرمایا "الروح فی البرزخ تتجسد والبدن تتروح" "اور روح برزخ میں اپنے جسم کی شکل میں مجسم ہو جاتا ہے اور بدن اپنے روح کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

صوفیہ کرام نے روح کو اپنے بدن کی شکل پر دیکھا اور یہ سمجھا کہ یہ کوئی دوسرا جسم مثالی ہے اور جس کو عالم مثال کہہ دیتے ہیں۔

علماء متکلمین، شارحین حدیث اور مفسرین نے عالم مثال کی تصریح فرمائی ہے "ثم عالم المثال لیس اسما للحیز بل ھو اسم لنوع من الموجودات ثم اعلم ان ما یرونہ الاولیاء من الاشیاء قبل وجودھا فی عالم المثال لھا ایضا نوع من الوجود وھو فی الاذل وجود علمی اعیانی"

ترجمہ: پھر عالم مثال کسی مکان یا چیز کا نام نہیں ہے بلکہ وہ نام ..ہے ایک نوع وجودی علمی کا پھر یہ بھی خوب جان لو کہ اولیاء اللہ کشف سے جن چیزوں کے وجود میں آنے سے پہلے عالم مثال میں موجود پاتے ہیں ان کے لئے بھی ایک قسم کا وجود ہوتا ہے اور وہ وجود ازل میں وجود شیونی علمی ہوتا ہے نہ کہ وجود حقیقی جو مکان حیز کو چاہتا ہے۔

معلوم ہوا کہ عالم مثال میں جو وجود اہل کشف کو دکھائی دیتا ہے وہ علمی اور اعیانی ہوتا ہے، وجود حقیقی کے لئے حیز اور مکان لازمی ولابدی ہے کیونکہ مادہ کے لئے حیز اور مکان ضروری ہے مگر وجود شیونی علمی اعیانی کے لئے مکان اور حیز نہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے۔ "واذ اخرج ربک من بنی آدم من ظھورھم ذریتھم" جب تیرے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی ذریت کو نکالا"۔

ظاہر ہے کہ پشت آدم میں تمام اولاد کی شکلیں اور صورتیں تھیں نہ کہ مادہ اولاد یہ عقیدہ فلسفیوں کا ہے کہ پشت آدم میں مادہ اولاد موجود تھا اسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ پشت آدم میں صورتیں تھیں ان صورتوں کو نکال کر ان میں روح کو داخل کیا اس کے بعد ان صورتوں کو اولاد آدم کی پشت میں منی بنا کر اس سے انسان کو پیدا کیا روح پہلے پیدا تھے اس بدن اور روح کے مابین ایک قسم کا علاقہ پیدا کیا اور بعد پیدائش بدن کے روح اور بدن میں اس علاقہ کو جوڑ دیا بہرحال اس قسم کے واقعات جس قدر ظاہر ہوئے ہیں۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہاتھ کی ہتھیلی میں ظاہر کیا یہ تمام صورتیں اور شکلیں ہوتی ہیں شے دیدنی ہوتی ہے نہ بودنی ان کا وجود شیونی علمی اعیانی ہوتا ہے نہ حقیقی مگر جس قدر یہ چیزیں صورتوں میں ظاہر ہوتی ہیں ان کے لئے نہ ثواب نہ عذاب نہ دکھ نہ راحت۔

سزا برائے منکر حیات الانبیاء

عقائد کے باب میں ہم امام وشیخ اہل السنت والجماعت ابوالحسن علی بن اسماعیل الاشعری کے متبع ہیں۔ بالخصوص حنفی امام ابوالحسن اشعری کے کمالات میں سے ان کا علم، زہد، تقویٰ، توکل ممتاز صفات ہیں۔ چنانچہ (تعیین

کذب المفتری ص ۱۴۱) پر ان کا معمول درج ہے۔

"کان الشیخ ابو الحسن یعنی اشعری قریبا من عشرین سنة یصلی صلوة الصبح بوضوء العتمة" ترجمہ: شیخ ابوالحسن اشعری نے تقریبا بیس سال شام کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی۔

اور امام سبکی کی (طبقات الشافعیہ الکبریٰ ج ۳ ص ۳۴۸) پر ہے۔ "مکث عشرین سنة یصلی علی الصبح بوضوء العتمة" بیس سال شام کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی۔

اس سے ان کا زہد، ورع تقویٰ کا حال ظاہر ہے آپ کے توکل علی اللہ کے متعلق امام سبکی نے اسی کتاب کے (ج ۲ ص ۲۴۸) پر لکھا ہے۔

"فکان یاکل من غلة قریة وقفها جده بلال بن ابی بردة بن ابی موسیٰ الاشعری علی نسله وقال کانت نفقة فی کل سنة سبعة عشر درهما کل شهر درهم وشئی یسیر"

اور امام ابوالحسن اشعری کا خرچ غذا ایک بستی کے غلہ سے تھا جس کو ان کے جدامجد نے اپنی اولاد پر وقف کیا تھا نام جو بلال بن ابی بردہ بن ابی موسیٰ اشعری تھا اور ان کا سال بھر کا خرچ صرف سترہ (۱۷) درہم تھا اور یہ ہر ماہ ایک درہم سالم اور دوم درہم شئی قلیل لیا کرتے۔

اور (تبیین کذب المفتری ص ۱۴۲) پر لکھا ہے۔ "کان ابو الحسن یاکل من غلة ضیعة وقفها جده بلال بن ابی بردة بن ابی موسیٰ الاشعری علی عقبه وکانت نفقته فی سنة سبعة عشر درهما"۔

ترجمہ: اور تبیین کذب المفتری میں بھی ہے کہ امام ابوالحسن اس شہر کے غلہ میں سے کھاتا تھا جس کو ان کے جدامجد نے اپنی اولاد پر وقف کیا تھا، اور ان کا سال کا خرچ صرف سترہ درہم تھا۔

یہ تھا ان کا استغناء عن الخلق، یہ شیخ اہل السنت باطل فرقوں کے لئے قہر خدا اور ننگی تلوار تھے بلکہ سیف من سیوف اللہ تھے۔ باطل فرقوں کا انہوں نے ناک میں دم کر رکھا تھا اور ناطقہ بند کر دیا تھا اس اللہ کے بندے سے جب فرقہ باطلہ کرامیہ کو مقابل کی تاب نہ رہی تو بادشاہ وقت غازی سلطان محمود بن سبکتگین کے پاس پناہ لی اور ایک باطل اور کفری عقیدہ کی نسبت امام الحسن اشعری سے کر دی اور بادشاہ کو کہا کہ یہ ہم سب کو بے ایمان اور مردود کہتا ہے، چنانچہ (طبقات الشافعیہ الکبریٰ ج ۳ ص ۵۴) پر امام سبکی نے اس کی روئداد نقل کی ہے وھوھذا۔

"وَآخر الْأَمر أَنهم أنهوا إِلَى السُّلْطَان مَحْمُود بن سبكتكين أَن هَذَا الَّذِي يؤلب علينا عندك أعظم منا بِدعَة وكفرا وَذَلِكَ أَنه يعْتَقد أَن نَبينَا مُحَمَّدًا صلى الله عَلَيْهِ وَسلم لَيْسَ نَبيا الْيَوْم وَأَن رسَالَته انْقَطَعت بِمَوْتِهِ فَاسْأَلْهُ عَن ذَلِك، فَعظم على السُّلْطَان هَذَا الْأَمر وَقَالَ إِن صَحَّ هَذَا عَنهُ لأقتلنه وَأمر بِطَلَبِهِ أَنه لما حضر بَين يَدَيْهِ وَسَأَلَهُ عَن ذَلِك كذب النَّاقِل وَقَالَ مَا هُوَ مُعْتَقد الأشاعرة على الْإِطْلَاق أَن نَبينَا صلى الله عَلَيْهِ وَسلم حَيّ فِي قَبره رَسُول الله أبد الآباد على الْحَقِيقَة لَا الْمجَاز وَأَنه كَانَ نَبيا وآدم بَين المَاء والطين وَلم تَبرح نبوته بَاقِيَة وَلَا تزَال وَعند ذَلِك وضح للسُّلْطَان الْأَمر وَأمر بإعزازه وإكرامه ورجوعه إِلَى وَطنه... وَالْمَسْأَلَة الْمشَار إِلَيْهَا وَهِي انْقِطَاع الرسَالَة بعد الْمَوْت مكذوبة قَدِيما على الإِمَام أبي الْحسن الْأَشْعَرِيّ هَذِه الْمَسْأَلَة فقد افترى عَلَيْهِم وَأَنه لَا يَقُول بهَا أحد مِنْهُم"

ترجمہ: آخر کار کرامیہ نے سلطان محمود غزنوی کے پاس جا کر امام اشعری کی شکایت کی کہ امام اشعری جو آپ:

کے سامنے ہم پر اعتراض کرتا ہے یہ تو ہم سے بڑا بدعتی اور کافر ہے اس کا عقیدہ ہے کہ محمد مصطفیٰ ﷺ اب نبی نہیں ہیں آپ کی رسالت موت سے منقطع ہوگئی ہے آپ ذرا اس سے پوچھیں تو سہی۔ بادشاہ پر یہ بات بڑی سخت شاق گزری فرمایا اگر یہ بات صحیح ہے تو میں اسے ضرور قتل کر دوں گا۔ وہ واجب القتل ہے بادشاہ نے امام اشعری کو طلب کیا۔ وہ حاضر ہوئے بادشاہ نے پوچھا، تو امام نے جواب دیا آپ کو کہنے والے نے جھوٹ کہا، ہمارا یہ عقیدہ مطلقاً نہیں بلکہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں۔ اور ہمیشہ کے لئے اللہ کے رسول ہیں اور رسول بھی حقیقۃً ہیں مجاز کے طور پر نہیں اور آپ اس وقت بھی نبی ﷺ تھے جب آدم پانی اور مٹی میں تھے۔ اور آپ کی نبوت ہمیشہ رہے گی اس کو کوئی زوال نہیں، یہ سن کر بادشاہ پر حق واضح ہو گیا اور حکم دیا کہ نہایت عزت واحترام سے انہیں واپس وطن پہنچایا جائے امام سبکی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی موت کے بعد انقطاع رسالت کا مسئلہ یہ قدیم سے امام اشعری اور اشاعرہ پر بہتان باندھا گیا ہے جس شخص نے بعد موت انقطاع کی نسبت امام اشعری سے کیا اس نے افتراء کیا اشاعرہ کا ایک فرد بھی اس کا قائل نہیں۔

اس بہتان طرازی اور مقدمہ بازی کے فیصلہ سے ثابت ہو گیا کہ:

۱۔ امام ابوالحسن اشعری اور اشاعرہ کا مطلق یہ عقیدہ نہیں کہ بعد موت حضور ﷺ کی رسالت منقطع ہوگئی۔

۲۔ اشاعرہ کا بالاتفاق عقیدہ یہ کہ حضور اکرم ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ کی رسالت ہمیشہ کے لئے ابدالآباد تک رہے گی۔

۳۔ یہ عقیدہ رکھنے والا کہ حضور ﷺ اپنی قبر میں زندہ انہیں ہیں اور آپ کی رسالت بعد موت منقطع ہوگئی ہے واجب القتل ہے، مرتد ہے یعنی اس وقت منکر حیات کی سزا قتل کرنا ہی مقرر تھا۔

۴۔ معلوم ہوا کہ کرامیہ کا عقیدہ یہ تھا کہ حضور ﷺ قبر میں زندہ نہیں ہیں اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ عقیدہ رکھنا بہت بڑی بدعت بلکہ کفر ہے اس لئے انہوں نے امام اشعری کے متعلق کہا کہ وہ بڑا بدعتی اور کافر ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ آج کی یہ عین غین پارٹی بھی یہ جانتی ہوگی کہ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں کفر کے بیج بو رہے ہیں مگر اس حرکت سے باز نہیں آتی اور برابر کہے چلی جا رہی ہے کہ نبی کریم ﷺ مر کے مٹی ہو گئے (معاذ اللہ) اور نبوت و رسالت و ایمان صرف روح کی صفت ہے جسم عنصری کی نہیں اور کرامیوں کی طرح انقطاع رسالت کے قائل ہیں۔

اور (مقالات اسلامیین ص ۲۶) پر ہے۔ ''و کان الکرامیۃ قد تحزبوا علی الاشاعرۃ و ھاجموھم مھاجسۃ عنیفۃ و انھوا امرھم الی السلطان محمود بن سبکتگین مدعیین ان الاشاعرۃ یعتقدون ان النبی ﷺ لیس نبیا الیوم و ان رسالۃ انقطعت بموتہ و لم یکن ھذا معتقد الاشاعرۃ''۔ اس طرح جیسا مذکور ہوا کہ فرقہ ملعونیہ کرامیہ نے اشاعرہ پر پورا ہجوم انبوہ کر کے بادشاہ سلطان محمود پر شکوہ کیا کہ اشاعرہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اب نبی نہیں۔

آپ کی رسالت بعد موت منقطع ہوگئی اور حالانکہ اشاعرہ کا یہ عقیدہ نہیں ہے۔

ثابت ہوا کہ سلطان محمود غزنوی تک حیات النبی ﷺ کے عقیدہ کا منکر کوئی نہ تھا انکار کا فتنہ ۴۴۵ھ کی ابتداء میں اٹھا، شاہ طغرل بیگ سلجوقی کے عہد میں ابی طالب محمد بن میکائیل نے تلوار اٹھائی اور علماء اور صوفیہ میں سے علامہ قشیری اور امام بیہقی نے اس فتنہ کے خلاف آواز اٹھائی۔ اس کی کچھ تفصیل (تبیین کذب المفتری کے ص ۱۱۰، ۱۱۱) پر ملتی ہے۔

''و مما ظھر ببلد نیشابور من قضایا التقدیر فی مفتتح سنۃ خمس و اربعین و اربعمائۃ من الھجرۃ الی ان قال و لما من اللہ الکریم علی الاسلام بزمان السلطان المعظم المحکم بالقوۃ السماویۃ فی رقاب

الامم الملک الاجل شاھانشاہ یمین خلیفۃ اللہ و غیاث عباد اللہ طغرل بیک ابی طالب محمد بن میکائیل وقام باحیاء السنۃ و المناخلۃ عن الملۃ حتیٰ لم یبقی من اصناف المبتدعۃ ضربا الاسل لاستیصالھم سیفا غضبا و اذاقھم ذلا''

نیشاپور شہر میں ۴۴۵ھ کے ابتداء میں اتفاق سے فتنے کھڑے ہوئے ان فتنوں کو مٹانے کے لئے جب خدا تعالیٰ نے اسلام پر احسان فرمایا تو زمانہ ملک معظم کے ذریعہ جو قوت سماوی سے مؤید و مضبوط تھا شہنشاہ خدا کا خلیفہ اور خدا کے بندوں کا فریادرس تھا سلطان طغرل بیگ ابی طالب محمد بن میکائیل اٹھا سنت نبوی کو زندہ کرنے والا دین سے تکلیفوں کو دور کرنے والا یہاں تک کوئی جماعت اہل بدعت سے نہیں چھوڑی جس پر تیز دھار تلوار نہ اٹھائی ہو اور ان کو ذلت و خواری کی سزا نہ دی ہو۔

صاف ظاہر ہے کہ انکار حیات النبی ﷺ کا فتنہ ۴۴۵ھ میں اٹھا۔ اور وقت کی اسلامی حکومت نے بزور شمشیر منکرین حیات کا استیصال کیا۔

امام ابوالحسن اشعری کے جواب پر تفصیلی بحث

امام نے فرمایا ''ان نبینا حی فی قبرہ'' فی قبرہ کی قید اس لئے لگائی کہ ایمان نبوت اور رسالت اوصاف ہیں، جو قائم بنفسہ نہیں بلکہ قائم بغیرہ ہیں اور زندہ موصوف کو چاہتی ہیں۔ قبر برزخ میں جب نبی و رسول متوطن ہوئے تو نبی کو اپنی نبوت کا علم ہونا لازمی ہے فرض ہے۔ رسول کو اپنی رسالت کا علم اور مومن کو اپنے ایمان کا علم ہونا لازمی ہے فرض ہے۔ اور علم چاہتا ہے حیات کو، جب برزخ میں نبی و رسول ہیں تو زندہ ہونا از خود ثابت ہو گیا۔ اسی لئے امام نے فرمایا کہ رسول خدا ہمیشہ کے لئے نبی اور رسول ہیں۔

اس پر اعتراض ہو سکتا تھا کہ جب فوت ہو گئے تو نبوت کیسے باقی رہی نبوت و رسالت کی صفات تو موصوف زندہ کو چاہتی ہیں جب نبی مر گیا تو نبوت ختم ہو گئی اس لئے امام نے جواب دیا کہ نبی زندہ ہیں جب زندہ ہیں تو نبوت و رسالت منقطع بھی نہیں ہوئی۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ جو شخص برزخ حیات انبیاء کا عقیدہ نہیں رکھتا وہ یقیناً نہ رسالت رسول کا قائل ہے نہ نبوت کا قائل ہے اور رسالت و نبوت کا انکار صریح کفر ہے لہٰذا برزخ میں حیات انبیاء کا انکار صریح کفر ہے۔

اب ذرا نیلوی صاحب متوجہ ہوں۔ آپ سرے سے مطلقاً بدن و جسد رسول کی نبوت و رسالت سے منکر ہیں جیسا آپ کی پوتھی ندائے حق سے آپ کا عقیدہ بیان کیا جا چکا ہے، اب بتایئے کہ ندائے حق کے مصنف کے متعلق آپ کا کیا فتویٰ ہے؟ امام ابوالمظفر اسفرائنی کا فتویٰ تو نقل کر آیا ہوں کہ یہ شخص اسلام سے خارج ہے مگر آپ بھی تو امام وقت ہیں ذرا آپ بھی اپنا فتویٰ سنائیں۔

ایک تاریخی واقعہ

(نسیم الریاض ج ۱ ص ۳۱۶) پر نقل کیا ہے کہ مکہ مکرمہ میں وکیع بن جراح نے تقریر میں کہا ہے کہ رسول خدا کو دیر سے دفن کرنے کی وجہ سے آپ کا پیٹ مبارک پھول گیا تھا، آپ کی انگلیاں ٹیڑھی ہو گئی تھیں اور آپ کے ناخن سبز ہو گئے تھے۔ اس تقریر کو حاکم عثمانی کے سامنے پیش کیا گیا کہ اس شخص کو دار پر چڑھا کر قتل کیا جائے اس نے رسول خدا

ﷺ کی توہین کی ہے۔ بادشاہ کے سامنے سفیان بن عیینہ نے سفارش کی اور وکیع بن جراح کو مکہ سے نکال دیا گیا۔ وہ مدینہ روانہ ہو گیا بعد میں حاکم کو سخت پشیمانی ہوئی اور صدمہ ہوا کہ کیوں چھوڑا چنانچہ فوری طور پر حاکم مدینہ کو لکھا کہ جب وکیع بن جراح مدینہ میں داخل ہو تو اسے فوراً پھانسی پر لٹکا دینا۔ وکیع کو کسی نے راستے میں اطلاع دیدی وہ بھاگ کر کوفہ چلا گیا۔ (واقعی ایسے لوگوں کے لئے مناسب جگہ وہی تھی)

وکیع کی بکواس کا ماحصل یہ ہے کہ

۱۔ اس نے عقیدہ ظاہر کیا کہ انبیاء عالم برزخ میں زندہ نہیں۔

۲۔ ایسے عقیدہ والے کی سزا شریعت نے دو قسم کی رکھی ہے۔

اوّل یہ کہ وہ کافر ہے، مرتد ہے۔ دوم یہ کہ واجب القتل ہے۔

(شرح شفائے قاضی عیاض ج ۱ ص ۳۱۶) پر سے بقدر ضرورت نقل کرتا ہوں۔ پوری عبارت (حیات انبیاء کے ص ۱۵۴، ۱۵۵) پر ملاحظہ ہو۔

"لما حدث وکیع لھٰذا بمکۃ رفع الی الحاکم العثمانی فاراد صلبہ علی خشبۃ نصبھا خارج الحرم فتشفع فیہ سفیان بن عیینۃ اطلقہ ثم ندم علیٰ ذالک ذھب وکیع المدینۃ فکتب الحاکم الیٰ اھلھا اذا قدم الیکم فارجموہ حتی قتل فاما بر دلہ بعض الناس بریر اخبرہ بذالک فرجع کوفۃ خیفۃ من القتل وکان المفتی بقتلہ عبدالمجید بن رواد"

ترجمہ: وکیع بن جراح نے جب یہ فیصلہ رسول خدا کے متعلق بیان کیا تو حاکم مکہ مکرمہ تک یہ پہنچایا گیا، حاکم عثانی نے حکم دیا، اس کو سولی پر قتل کرنے، حرم کے باہر لکڑی نصب کی گئی تو سفیان بن عیینہ نے سفارش کی تو چھوڑ دیا گیا پھر حاکم عثانی پشیمان ہوا چھوڑنے پر اور وکیع مدینہ منورہ چلا گیا سو حاکم نے مدینہ منورہ میں خود لکھا کہ جب یہ وکیع آئے تو اس کو پتھروں سے رجم کرنا حتیٰ کہ یہ مرجائے۔

انکار حیات انبیاء کے یہ چند واقعات سامنے آئے ہیں۔

۱۔ فرقہ کرامیہ نے جن کا اپنا عقیدہ یہی ہے سلطان غزنوی کے سامنے اس عقیدہ رکھنے والے کو بہت بڑا بدعتی اور کافر کہا۔

۲۔ سلطان غزنوی نے انکار حیات انبیاء کا عقیدہ رکھنے والے کو واجب القتل قرار دے کر اسے قتل کرنے کا مصمم ارادہ کیا۔

۳۔ نسیم الریاض کی عبارت سے مفتی حرمین شریفین کا ایسے عقیدہ والے کے حق میں فتویٰ قتل دینا۔

۴۔ بادشاہ کا اس کو قتل کرنے کا حکم دینا۔

ان واقعات سے ظاہر ہے کہ انکار حیات انبیاء ایسا جرم ہے جس کی سزا قتل ہے اور یہ عقیدہ رکھنے والا مرتد اور کافر ہے۔ مسلمانو! سوچو! یہ مردود ٹولہ الٹا حیات انبیاء کا عقیدہ رکھنے والے کو کافر کہتا ہے یہ مردود تمہارے امام وخطیب واعظ اور مبلغ بنے ہوئے ہیں، یہ تمہارے ایمان پر ڈاکہ ڈال رہے ہیں دیوبندی بن کر چندہ اکٹھا کرتے ہیں پھر دیوبندیوں کو مشرک بھی کہتے ہیں سوچو! کیوں اپنا ایمان اور اپنی نمازیں خراب کر رہے ہو۔